وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِینَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ

مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ (سورۃ البیّنۃ ۳۰:۱)

فِدک

مُرتبہ

غلام مُصطفےٰ چشتی

۷۸۶ یا اللہ یا محمد ﷺ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ کا منکر وہ ہے دین کا منکر وہ ہے ایمان کا منکر

نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ (صحیح بخاری کتاب الفرائض)

(ہم گروہ انبیاء نہ کسی مال دنیوی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ بلکہ ہمارا ترکہ صدقہ کیا جاتا ہے)

مَآ اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ (سورہ حشر پ ۲۸) اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّلٰکِنْ وَّرَّثُوا الْعِلْمَ

جو زمین یا مال بن لڑے بطور نفل ان بستیوں سے رسول کو ملی۔ انبیاء نے دینار پیسہ ورثہ میں نہیں چھوڑا کرتے بلکہ علم کا ترکہ دیا (بخاری کتاب العلم)

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ (سورۃ البینۃ پ ۳۰)

اور کتاب والوں نے تفرقہ ڈالا۔ یہ پھوٹ انہوں نے دلیل پہنچ جانے کے بعد فدک کی

فدک

بفرمائش

(۱) جناب مولانا مولوی بشیر احمد صاحب گڑھی اعوان حافظ آباد

(۲) جناب مولانا مولوی محمد سلیمان صاحب علی پور چھٹہ اکال گڑھ

مرتب و ناشر

احقر غلام مصطفےٰ ولد احمد الدین کھوکھر چشتی سکنہ دھرم کوٹ ڈاکخانہ اکال گڑھ

ضلع گوجرانوالہ

۱۶-اپریل ۱۹۵۷ء

تعداد ۱۰۰۰ قیمت ۸/

غلام مصطفےٰ ایڈیٹر پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس لاہور سے چھپوا کر شائع کی۔

ضروری گذارش

اس وقت اسلام کے دو دشمن ہیں۔ایک اندرونی دوسرا بیرونی۔ جو فرقہ اہل سنت کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر ہر ممکن کوشش سے توحید سے منحرف کرنا چاہتے ہیں۔علمائے دین کا اولین فرض ہے کہ پہلے اندرونی دشمنوں کو سبق توحید دیں۔ کہ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (سورہ بقر پ۱) ہیں ان کی پہچان لکھی ہوئی ہے۔کہ مسلمانوں کو کہتے ہیں اٰمَنَّا مگر مشرکین رام لیلا کو اِنَّا مَعَكُمْ کہتے ہیں۔

(۲) کتاب "اسرار شیعہ" جو بڑے سائز کے ۷۵۰ صفحوں پر مشتمل ہے۔ برائے نظر ثانی پڑی ہے اور یہ "فدک" بھی اسی کا ہی ایک باب ہے۔ کوئی صاحب اسکی ترتیب و نظر ثانی کی جراٗت فرماویں۔ دنیادی خدمت کے علاوہ عند اللہ اجر بھی ملیگا۔تاکہ ہر ماہ ایک باب رسالہ کی صورت میں شائع ہو سکے۔ بندہ عالم یا فاضل نہیں ہے۔ مگر خواہش یہ ہے کہ صحابہ کبار کے لئے شیعہ حضرات کے سینے بے کینے کر دئے جائیں اور وہ ان کی مخالفت کی بجائے خود اسلام پر عمل کریں۔کیونکہ اب فوت شدہ صحابہ سے تقاضہ بے معنی ہے۔کاش کہ ان پر نقطہ چینی کی بجائے اپنے نفس پر افسوس کریں کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ہے اور حضور کی رحمت کے ناز پروردوں پر لعنت نہ کیا کریں۔کہ یہی حضور کی مخالفت ہے اور مخالف حضورؐ خدا کا دشمن ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

احقر غلام مصطفےٰ ولد احمد الدین کھوکھر چشتی۔ دھرم کوٹ۔ ڈاکخانہ اکال گڑھ (علی پور چٹھہ) ضلع گوجرانوالہ

16 4/57

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
١	حرف آغاز	٦
٢	اسلام جو رافضی پیش کرتا ہے	″
٣	قرآن مجید	″
٤	کفارہ گناہ	٨
٥	شرک	٩
٦	تقیہ	١٠
٧	بداء	″
٨	متعہ	″
٩	تبرا	١١
١٠	نماز	١٢
١١	شیعہ خود ہی موجد خود ہی نوحہ و ماتم کرتے ہیں۔	١٣
١٢	فیصلہ حضرت علیؓ	١٧
١٣	فدک کیا ہے	١٨
١٤	واپسی خیبر ۷ھ پر قبضہ فدک	″
١٥	کیا حضورؐ دنیا طلبی کے لئے مبعوث ہوئے تھے	٢٢
١٦	ترجمہ سورہ حشر ۲۸/۱	٢٣
١٧	تصرف فدک کا حکم الٰہی	٢٥

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
١٨	مصارف فدک بعہد حضورؐ از ۷ھ تا ۱۱ھ	٢٧
١٩	وارثان حضورؐ کے اقسام و نام	٣٧
٢٠	لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الایۃ	٣٨
٢١	احادیث فریقین بابت ترکہ حضورؐ و انبیاءؑ	٤٠
٢٢	اعتراض وضع حدیث ترکہ	٤٢
٢٣	طریقہ ابوبکرؓ و عمرؓ بر سنت حضورؐ ورثہ علم ہے نہ کہ درم	٤٤
٢٤	مذہبی معاملہ میں حضورؐ خاندان یا اولاد کا لحاظ نہ فرماتے تھے	٤٦
٢٥	پیغمبروں کی میراث تقسیم نہ ہونے کا نکتہ	٤٨
٢٦	حضورؐ بعض حکموں میں مخصوص اور قانون امت سے مستثنیٰ ہیں	٤٩
٢٧	مذکر کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے	٥٥
٢٨	مثال داؤد علیہ السلام	
٢٩	پیغمبران اسلام کو معاملات	٦٣

	حکومت میں ذاتی مفاد وغیرہ کا دخل نہیں ہونا ہے	
۳۰	حضور کی بڑائی کی وجہ	٦٦
۳۱	حضور نے باوجود بادشاہت کے اپنے نفس اور عزیزوں پر خرچ کرنے سے پرہیز کیا	٦۹
۳۲	حالات جامعہ یونیورسٹی مدینہ شریف اصحاب صفہ ۴۰۰	۷۰
۳۳	اہلبیت کا ورثہ صبر شکر، معاف کردینا، بخشش کرنے کا تھا	۷۲
۳۴	بعہد جناب امیرؑ فدک پر یہی طریقہ حضور و صحابہ جاری رہا	״
۳۵	فدک بوجہ غصب شدہ ہونے کے حضرت علی نے نہ لیا۔	۷۵
۳٦	ہبہ فدک کا قصہ تراشنا	۷۸
۳۷	وجوہات مخالفت قریش	۸۱
۳۸	اعتراض بر اولاد حضورؐ	۸٦
۳۹	دعوی ہبہ فدک	۸۷
۴۰	جواب اہلسنت	۸۸
۴۱	حضرت فاطمہ کے مقدمہ دائر کرنے کی غرض وغایت	۹۱
۴۲	کافر حاکم کو اپنے مقدمات میں قاضی نہ کیا جائے	۹۲
۴۳	مثال وارثیت امیر معاویہؓ و مرتبہ	۹۳
۴۴	حکم خلافت حضرت علیؓ	۹٦
۴۵	مکہ شریف سے بعد ہجرت مکان حضورؐ کے مالک کافر ہوگئے تو حضور نے وہ گھر پھر نہ لیا۔ اسی طرح حضرت علی نے غصب شدہ فدک نہ لیا	۹۷
۴٦	غصہ حضرت فاطمہؓ بر ابوبکرؓ درباره فدک بروایت شیعہ	۹۹
۴۷	فیصلہ ابوبکرؓ بروایت شیعہ	۱۰۱
۴۸	لعقب بتول تارک الدنیا ہونے کی وجہ سے تھا۔ و توہین سیدہ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ)	۱۰۲
۴۹	ناراضگی حضرت فاطمہ بر حضرت علی رضؓ	۱۰۵
۵۰	خواستگاری حضرت علیؓ برائے نکاح غورا دختر ابوجہل	
۵۱	تزویج نکاح حضرت فاطمہؓ	۱۰۸
۵۲	فدک کے معاملہ میں فیصلہ بعہد	۱

	حضرت عمرؓ	۱۱۱		حضور نے انہیں اور صدقہ کر دیں	۱۱۶
۵۳	رضامندی حضرت فاطمہؓ کہ صحابہ مومنین کاملین ہیں	۱۱۳	۵۶	مال اسلحہ خانہ شاہی معہ خچر ہتھیار۔ فدک۔	۱۱۸
۵۴	جنازہ حضرت فاطمہؓ	۱۱۴	۵۷	شیعہ سے چند سوالات	″
۵۵	فہرست اشیاء جو بوقت رحلت		۵۸	ثبوت دامادئ عثمان	۱۲۳

جن کتب سے استفادہ کیا گیا

قرآن مجید[1] - بخاری شریف[2] - مسلم شریف[3] - مشارق الانوار[4] - آفتاب رفض وبدعت (مصنفہ مولوی کرم دین صاحب دبیر) خلافت محمدیہ[5] - تفریح الاذکیا جلد ۲ - ایمان صحابہ[6] (ولی محمد گھیبالوی) نجم الہدی[8] (شیعہ) اسم اعظم[9] (مصنفہ کاظم شیعہ) حرمت تعزیہ[10] وغیرہ

ضروری نوٹ

بوجہ خوف طوالت عربی - فارسی عبارات بعض حوالجات میں چھوڑ کر فقط ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے - جو اصل کتب سے ملاحظہ ہو سکتی ہیں - ترجمہ میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور حوالجات پوری تحقیق کے بعد درج کیے گئے ہیں :-

نوٹ :- کتاب ہذا کے صـ ۱۴۳ پر بعنوان "تبلیغ کا حکم نہیں" کچھ عبارت ایزاد کی گئی ہے اور صـ ۱۴۳-۱۴۴ پر نسب نامہ کھوکھراں و مولف کتاب ہذا درج کر دیا گیا ہے - اس کے علاوہ مصنف کی دوسری کتابیں "اسرار روایات کربلا" "دلائل خلافت بلافصل منجانب شیعہ" "ثبات خلافت منجانب اہلسنت" "اقسام سادات فی شرح اہل بیت" وغیرہ زیر طبع ہیں

حرف آغاز۔ اسلام جو رافضی پیش کرتا ہے۔ قرآن مجید

معترضین چونکہ موجودہ قرآن مجید کو جو کہ مجموعۂ عثمانؓ ہے (بحوالہ اصول کافی مطبوعہ نولکشور ص۱۳۹ ۱۳۰۲ھ بروایت جابر کہ جو اسے مکمل سمجھے وہ بڑا جھوٹا ہے) اور اس کو تحریف شدہ (بحوالہ رسالہ مرزا احمد علی موسومہ "الانصاف فی الاستخلاف" ٹائیٹل کا دوسرا صفحہ بہ تقریظ (انکے فرزند) مولوی سید علی حائری ص۱۴۵ لکھا ہے کہ اگر قرآن جمع کردہ حضرت علیؓ کا رائج کرتے تو کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ موجودہ ناقص الترتیب غلط اور غیر صحیح ہے۔ اور اصحابؓ ثلاثہ نے تغیر و تبدل کر کے فضائل اہلبیت کی آیات نکال کر اپنے فضائل میں آیات وضع کر لیں اور نمونہ کے طور پر اس میں غلطیاں بھی ظاہر کی ہیں۔ جو "ردّ رفض و بدعت" کے ص ۸/۱۵ پر ملاحظہ فرماویں) اس لئے اس کو نامکمل کہتے ہیں اور ترتیب و عبارت میں غلطیاں ظاہر کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ شیعہ حضرات کا ایمان موجودہ قرآن مجید پر نہیں ہے (بحوالہ اصول کافی ص۲۶۱ تا ص۲۶۸) لیکن اس کے مقابلہ میں غیر اقوام (سر ولیم میور) اس کو بالکل صحیح اور کامل کہتے ہیں۔ بحوالہ شرح اصول کافی جلد ۶ باب ۱۴ ص ۷۳/۷۵ موجودہ قرآن سالم نہیں (بحوالہ اصول کافی ص۶۷۱ بروایت ہشام بن سالم از امام جعفر صادقؒ کہ وہ قرآن جو جبرئیلؑ حضور کے پاس لے کر آئے وہ ۱۷ ہزار آیات کا تھا۔ (جس کو حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا) دوسری روایت اسی صفحہ پر سالم بن سلمہ نے امام جعفر صادقؒ سے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ بخدا تم اس قرآن کو آج کے بعد کبھی نہ دیکھ سکو گے۔ تیسری روایت جلاء العیون اردو مطبع جعفری لکھنؤ جلد ۱ طبع قدیم ص ۱۷۲/۱۵۰ وصواعق محرقہ چونکہ اس قرآن مجید میں چند آیات کفر و نفاق منافقان

قوم ولقس جناب امیر کی خلافت پر صریح تھے۔ اسوجہ سے عمرؓ نے اس قرآن کو قبول
نہ کیا۔ پس جناب امیر رنجیدہ ہو کر اپنے حجرہ سے باہر آئے اور قرآن کو سر بمہر کر کے
فرمایا کہ اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور (امام مہدی) قائم آل محمد نہ دیکھ سکو گے
جب وہ تشریف لاویں گے تو وہ دوسرا قرآن لائینگے) غصہ حضرت علیؓ کا نتیجہ
اور شہادت امام حسینؑ کا نتیجہ شیعوں پر ہی پڑا کہ بے ہدایت کر دئے گئے۔
بحوالہ تحفۃ العوام جدید ص۲ امام مہدی زندہ و غائب ہیں جب عالم ظلم سے
بھر جائے گا ظاہر ہوں گے۔ اب موجودہ قرآن مجید ۶۶۶۶ آیات اور ان کا
۷ ہزار آیات کا ہے۔ اس لئے نامکمل ہے۔ فرضی طور پر تعصب سے شیعہ حضرات
موجودہ قرآن مجید کو مانتے ہیں۔ کیونکہ یہ جمع کردہ حضرت علی کا نہیں ہے اور وہ قرآن
امام مہدیؑ غار سر من رائے میں لیجا کر چھپے بیٹھے ہیں جو بحوالہ اصول کافی ص۱۴۶
بروایت امام جعفر ستر گز لمبا ہے (بحوالہ رسالہ عجالہ نافعہ ۲۱ ص۲۳ مصنفہ
سید محسن علیشاہ سبزواری جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن لاہور نے شائع کیا)
اس میں لکھا ہے کہ وہ قرآن شیعہ سنی دونوں کے پاس نہیں ہے۔ مگر ہے ضرور
کہیں۔ آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے) اور قوم کو ضلالت میں چھوڑ دیا گیا
ہے۔ اصلی موجود نہیں۔ حاضر فرضی پر اعتقاد نہیں (جواب دیں کہ شیعہ کس پر عمل
کریں) اب مالک بن حنیف یہودی کی طرح شیعہ بھی اس شک میں ہیں کہ یہ وہ
کتاب نہیں ہے جو بذریعہ وحی نازل ہوئی تھی اور جس کو حضرت علی نے جمع کیا
تھا۔ اس لئے اس پر شیعہ حضرات کا دلی اعتقاد نہیں ہے اور اسی وجہ سے
اسپر دلی عمل بھی نہیں۔ اگر ہو تو قرآن پاک میں ان کے اعتراضات کے جوابات
مہیا و موجود ہیں اور بحکم آیت لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (سورہ واقعہ ۲۷/۳) اس کو
ناپاک دل (تعصب والے) نہیں چھو سکتے۔ یعنی یہ ان دلوں میں اثر انداز نہیں ہو

سکتا۔ اسی لئے شیعوں میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہو سکتا مگر جو تبرا سے پاک ہو (بحوالہ علامہ ابن بابویہ قمی کتاب الخصال مطبوعہ ایران جلد ۲ ص ۱۴۱ میں حدیث ۷۳ فرقوں کی ہے اور ایک ان میں سے ناجی ہے۔ حدیث ترمذی نے بتایا کہ جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہوں گے وہی ناجی ہے۔ باقی سب ناری ہیں۔ اب شیعہ حضرات عمل صحابہ کی بجائے ان کا نام لینے سے بھی نفرت کرتے ہیں)

کفارۂ گناہ دوسرے اعتقادات ان کے یہ ہیں کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ امام حسین ہو گئے ہیں (بحوالہ شیعی رسالہ برہان ص ۱۴ بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء لاہور) ہم جو چاہیں کریں کہ تمام امت کے گناہوں کا بوجھ امام حسین نے اپنے ذمہ لے لیا۔ اور گھربار نذر کر دیا۔ دوسری مثال کتاب نجم الہدیٰ مصنفہ سید نجم الحسن شیعہ ص ۲۶ اس قول مولوی امیر علی جج شیعہ کا درج ہے کہ عیسائی قوم کے لئے حضرت عیسٰی گناہوں کا فدیہ ہیں۔ اسی طرح معاصی عباد کا فدیہ امام حسین کی شہادت کاملہ نے اس کی تکمیل کر دی۔ اور اسلام تعلقات ارجاس و انجاس سے پاک ہو گیا۔ اسی طرح یہودی حضرت عزیر کو فدیہ اپنے گناہوں کا سمجھے بیٹھے ہیں۔ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ (البقرہ ۲/۳۵) یعنی جنہوں نے کہا کہ اللہ کس طرح زندہ کریگا ان کو مرنے کے بعد پس اللہ نے اس کو مارا اور پھر سو برس کے بعد زندہ کیا"۔ اس لئے ان کو بھی مزید عمل کی ضرورت نہیں رہی

حرام و حلال اصول کافی ص ۳۶۹ بروایت امام باقر کہ پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی کہ وہ احکام حج سے نابلد تھے۔ اور حلال و حرام کی انہیں کوئی تمیز نہ تھی۔ احکام حج کے انہیں امام باقر نے بتلائے۔ اور

حلال حرام کا بیان کیا کہ پہلے شیعہ کفار جاہلیت کی طرح تھے

شرک جیسے تعزیہ (جیسے راون کا سوانگ) منافی توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ہے۔ جس کا کہیں حکم قرآن مجید و احادیث میں نہیں ملتا۔

اور کتب شیعہ کی روایات سے بھی ممنوع ہے۔ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ص ۳۷ میں حضرت علی نے فرمایا کہ جو کوئی قبر جدید اصل کی نقل یا مثال یا نقشہ بناوے وہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اصول کافی ص ۱۰۱ میں بیصبری اور فروع کافی جلد ۱ ص ۱۲۲ میں طمانچے مارنا یا سینہ کوبی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور فروع کافی جلد ۲ ص ۲۱۴ میں جزع و فزع سے منع کیا گیا ہے۔ نیز کتب جلاء العیون اردو جلد ا ص ۶۶ ص ۶۷ ص ۷۷ اور نہج البلاغۃ طہران ص ۱۹۳ و ص ۳۳۸ میں جملہ حرکات جو تعزیہ کے ساتھ روا رکھی گئی ہیں اور جزع و فزع وغیرہ سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن موجودہ شیعہ حضرات دلائل پیش کرتے ہیں جیسے کہ کتاب لوز الایمان مولوی خیرات احمد وکیل کے اعمال محرم ص ۳۳۲ تک ۳۸۶ کہ ہم روضہ امام سے دور رہتے ہیں۔ اس لئے کاغذ بانس کا روضہ بنا کر بطور یادداشت رکھ لیتے ہیں۔ اگر یہ رسم موقوف کر دی جائے تو عوام ذکر و تذکرہ شہادت امام کو بھول جاویں گے (عجب فلسفہ ہے) اسی طرح بعہد حضرت سلیمان قوم جن نے بت بنا لئے تھے اور اسی طرح ہنود رام لیلا و راون کا بت تیار کر کے عمل کرتے ہیں۔ پھر بتایئے کہ توحید و بت پرستی مشرکین میں کیا فرق رہا۔ یہ شرک لَا یُغْفَرُ فی التوحید ہے جس کو موجب ثواب جانتے ہیں۔ جو توحید لَآ اِلٰہَ کے مخالف و منافی ہے۔ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ۔ کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جسکو خود تراشتے ہو۔

تبلیغ اصول کافی ص ۸۱ و ص ۸۶ میں ہے۔ تبلیغ دین کا حکم نہیں ہے بلکہ اسے چھپاؤ۔

تقیہ جھوٹ بولنا یعنی منافقانہ پہلو و طریقہ اختیار کرنا بحوالہ اصول کافی
ص۸۴ و ص۸۲ تا ص۸۶ و ص۵۵۱، ۵۵۲ و ص۹۵ ثواب ہے۔ جامع
الاخبار باب ۲ فصل ۱ تقیہ نہ کرنے والا تارک نماز کے برابر ہے۔ کشف الغمہ
باب ۲ فصل ۲ میں ہے۔ جو امام مہدی کے ظاہر ہونے سے پہلے تقیہ چھوڑ بیٹھے
وہ ہم سے نہیں ہے۔ اسی طرح کتاب من لا یحضرہ الفقیہ و حیات القلوب
ص۴۳ میں ہے۔ اصول کافی ص۵۵ میں ہے جس نے ہمارے مذہب کو ظاہر کیا اسنے ہمیں عمداً قتل کیا

بداء یعنی خدا کو لاعلم اور جاہل ماننا جو اصول کافی ص۸۴ باب بداء ملاحظہ
ہو کہ اس میں بھی ثواب ہے۔ روایات زرارہ بن امین اور مالک
جہنی۔ مرازم بن حکیم نے امام صادقؑ سے کی ہیں۔ کہ خدا کی بداء کے برابر کسی
چیز میں ثواب نہیں۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بداء کے اقرار کرنے میں ثواب
ہے تو وہ اس سے باز نہ رہیں اور کسی نبی کو نبوت نہیں ملی جبتک کہ پانچ
چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بداء۔ مشیت۔ سجدہ۔ عبودیت۔ طاعت

متعہ یعنی زنا نیوگ آریہ قوم کا دوسرا نام ہے۔ بحوالہ برہان المتعہ ص۵
و منہج الصادقین ص۳۵۶ و تحفۃ العوام جلد ۲ ص۲۹۴ اور طبع جدید
ص۲۷۱ فروع کافی جلد ۲ ص۱۹۰ تا ص۱۹۴ میں متعہ (زناہ) باعث ثواب و نجات
ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص۱۹۱ جتنی عورتوں سے چاہے متعہ کرے۔ چاہے ستر
ہوں یا زیادہ اور اجرت بھی مٹھی بھر گیہوں یا ستو ہیں زناہ کی طرح وقت
مقرر کرلیں ایک گھنٹہ یا دن نکاح طلاق کی ضرورت نہیں (جامع عباسی
ص۱۳۵) ممنوعہ کے لئے پردہ نہیں (استبصار کتاب الحدود باب پانچیں)
زنا میں بھی شہوت رانی مقصود ہے۔ نہ غرض بقائے نسل متعہ بھی یہی
ہے (تنبیہ المنکرین ص۶) زنا میں بھی کوئی وارث جائداد نہیں۔ نہ ہی مرد

عورت فریقین آپس میں ایک دوسرے کے مستحق ہیں۔ اسی طرح متعہ میں بھی (فروع کافی جلد ۲ کتاب اول ص۱۹۳ و جامع عباسی ص۱۳۵) زنا میں بھی پوشیدگی و تنہائی ضروری ہے کہ کسی کو پتہ نہ چلے یعنی متعہ میں بھی لَیْسَ فِی الْمُتْعَۃِ اِشْھَارٌ وَّلَا اِعْلَانٌ (تہذیب الاحکام باب نکاح متعہ) اور بحوالہ منہج الصادقین ص۳۵۶ دو دفعہ متعہ کرنے سے درجہ امام حسین کا حاصل ہو علیٰ ہذا القیاس

تبرّا یعنی گالیاں دینا۔ حیات القلوب ملا باقر مجلسی "و شکے نیست در کفر عمرؓ و کسے کہ عمر را مسلمان داند" ترجمہ:۔ عمر کے کفر میں شک نہیں ہے اور وہ جو عمر کو مسلمان جانتا ہے۔ سب کافر ہیں۔ اور حق الیقین ص۶۳۶/۲۳۶ میں تینوں صحابہؓ ثلاثہ۔ معاویہؓ۔ یزید۔ خلفاء اسمٰعیلیہ و زیدیہ سے بیزاری واجب ہے اور ص۶۸۵ میں چار عورتوں عائشہؓ۔ حفصہؓ۔ ہندہؓ۔ ام الحکم اور ان کے تمام اشیاع و اتباع سے بیزاری طلب کرنا (تبرّا) واجب ہے۔ اور بحوالہ اصول کافی ص۴۸۴ میں حضرت علی نے فرمایا کہ ضرورت پر مجھے بھی گالیاں دے لو۔ اور کتاب مفتاح الفتح مندرجہ اعمال عاشورا از ص۳۲۶ (تبرے بولنے سے) کچھ محسوس نہیں کرتے کہ ہم کس دردمیں مشغول ہیں اور اس سے ہماری روحانیت پر کیا اثر پڑے گا۔ اور کتاب اجمع الفضائح از ابوحمزہ ثمالی جو امام زین العابدین سے روایت کرتا ہے اور مرزا ابوالفضل ملنے جبّت وطاغوت (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو ایک دفعہ لعنت کرنے کا ثواب سات کروڑ نیکی۔ سات کروڑ گناہ معاف اور سات کروڑ درجے بلند ہونے کا ملتا ہے۔ (نعوذ باللہ) (رفض و بدعت ص۱۸۳) تحفۃ العوام مطبع نولکشور ص۲۱۶ میت شیعہ نہ ہو تو بد دعائیں کرو۔ اس سے پہلی طبع کا ص۱۳۸ تھا۔ یہ مرے ہوؤں کو ہی گالیاں دینے والے ہیں۔ زندوں سے بھاگ کر ایران

سے بھی نکل گئے تھے

نماز اصول کافی ص۵۸۵ بروایت امام جعفر صادق کے لکھا ہے۔
کہ بے نماز۔ بے زکوٰۃ بے حج شیعوں کو اللہ ان شیعوں کی طفیل
بچا لیتا ہے جو یہ رکن ادا کرتے ہیں۔ ورنہ سب ہلاک ہو جائیں۔ اب اس
گمان پر کہ کوئی نہ کوئی شیعہ تو نماز پڑھتا ہی ہوگا۔ تو اسکی طفیل ہم بھی بخشے
جاویں گے۔ اس امید پر سب بے نماز رہتے ہیں۔ اگر بمشکل ۵ کس فی ہزار
پڑھتے بھی ہیں تو وہ بھی آگے پیچھے سے سنت رسولؐ و نوافل کو ترک کر کے
نرالی طرح پر صرف فرض ہی ادا کرتے ہیں۔ اس لئے ظاہراً طہارت کا
بھی یہی حال ہے اور اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ میں قائم سے مراد بلا قضاء واجب الادا
متواتر ہونے کا مقصد ہے۔ تحفۃ العوام جدید طبع ص۳۲ عورت کی عمر ۹
برس اور مرد کی پندرہ برس پر نماز واجب ہے فروع کافی جلد ۱ ص۱۳۵ بروایت
امام صادقؑ کہ تارک نماز کافر مطلق ہے اور حدیث بخاری و مسلم مَنْ تَرَکَ
الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُہٗ جَہَنَّمُ جو کوئی جان بوجھ کر نماز ترک کرے اس کی جزا
جہنم ہے۔ چاہیئے کہ ائمہ ضالین سبائی کمپنی کے خود ساختہ مقولوں پر
شیعہ عمل نہ کریں کہ انہوں نے اپنے سابقہ یہودی طریقہ پر اسلام میں پھوٹ
ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے ہی حضرت علیؓ نے شیعوں کو نہج
البلاغۃ ص۹۸ میں اہل جہالت اور ص ۹/۹۵ میں فرقہ بندی کرنے والا اور معانی
الاخبار نے ص۵ میں اہل باطل ان کو لکھا ہے کہ یہ قرآن کی روشنی سے
فائدہ نہیں اٹھا سکے۔

مذکورہ بالا قوانین شیعہ کی رو سے یہ سب بخشے ہوئے ہیں۔ اسی لئے
ہی اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔ اب ان کو کسی مزید عمل کی ضرورت ہی نہیں

رہی۔ بیشک امام مہدی صاحب غار سرمن رائے سے قرآن مجید مجموعہ حضرت علی رضہ اب نہ لاویں۔ کہ یہ احکام الٰہی سے صریحاً انکار کرتے ہیں۔ اس طرح پر یہ لوگ اسلام کو در پردہ بدنام کر رہے ہیں

شیعہ حضرات خود ہی امام حسین کو شہید کرنے والے اور خود ہی نوحہ ماتم سے ثواب لینے والے ہیں جواب روتے پیٹتے ہیں کہ افسوس کیوں شہید کئے۔ اخبار ماتم مطبوعہ حسینی رام پور ص۲۸۵ وفات امیر معاویہ رضہ پر تمام شیعان علی رضہ نے باتفاق رائے سے امام حسین رضہ کی طرف خط لکھا۔ (بحوالہ جلاء العیون اردو ص۱۳۱۴ چونکہ یزید کے حالات مخدوش تھے) اس لئے یہ خط عبداللہ بن مسمع اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ مکہ شریف میں بھیجا جو ۱۰ رمضان ۶۰ھ کو مکہ میں پہنچے۔ پھر یہ اقسام خطوط بحوالہ جلاء العیون اردو باب ۵ فصل ۱۲ ص۳۳۴ اور ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ ص۱۴۹ انجانہ سلیمان بن صرد خزاعی معہ سلیمان۔ مسیب بن نخبہ۔ رفاعہ بن حبیب بن مظاہر جمع ہوئے اور بحوالہ جلاء العیون جلد ۲ ص۳۴۰ و ص۸۷ خلاصۃ المصائب ص۱۴۱ ایک مشترکہ خط لکھا۔ پھر بحوالہ اخبار ماتم ص۲۸۶ ان خطوط کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچی اور بحوالہ جلاء العیون اردو جلد ۱ ص۲۷۹ بیس ہزار بیعت شدگان کی تعداد بحوالہ تلخیص مرقع کربلا ص۱۵ اسی ہزار بیعت شدہ اور بحوالہ ناسخ التواریخ کتاب ۲ جلد ۶ ص۱۴۹ ابن زیاد کا لشکر اور یہ تعداد ۸۰ ہزار ہوئی۔ اور بحوالہ خلاصۃ المصائب ص۲۱ زیادہ سے زیادہ ۶ لاکھ اشخاص بلکہ دو کروڑ یا زیادہ ظاہر کرتے ہیں۔ جنہوں نے بیعت کی جو سب کوفی شیعی تھے۔ ان میں کوئی عراقی یا شامی بیعت کنندوں میں نہیں تھا مگر بحوالہ جلاء العیون ص۳۲۴ ناسخ التواریخ ص۱۳۲ کوفی شیعوں نے

امام مسلم کے ہاتھ پر بحق امام حسینؓ بروایت مورخ ابی مخنف کتاب مقتل ابو مخنف مطبوعہ بمبئی منہ ۳۰ کَبَسٍ فِیہِم حِجَازِیٌّ وَشَامِیٌّ اسی ہزار بیعت ہوئے اور یہی تعداد بیعت شدگان کی درست معلوم ہوتی ہے۔ امام حسین کا لشکر بحوالہ رسالہ مولوی دہلی محرم ۱۳۵۳ھ ص۴۵ کل ۲۱۲ جن میں ۷۲ ہاشمی افراد بقول اہلسنت تھے بحوالہ شیخ مفید کتاب منہج الاحزان ص۵۵ مدد کے لئے کوفی شیعوں نے ایک لاکھ تلوار بھی جمع کر رکھی تھی۔ جس کی بابت امام حسینؓ کو مطلع فرمایا گیا۔ اس کے جواب میں امام حسین نے جواب دیا جو بحوالہ جلاء العیون اردو ص۳۱۴ و ناسخ التواریخ ص۱۳۱ کہ بالفعل میں اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو روانہ کرتا ہوں۔ ان کے لکھنے پر خود آؤں گا۔ اور بحوالہ ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ ص۱۴۹ امام مسلم نے خط امام حسینؓ کو بحوالہ جلاء العیون ص۵۲۴ و حرمت تعزیہ ص۱۲۲، ۱۲۳ یہ خط لکھ کہ کوفہ کے بائین راستے میں بھیجا گیا۔ کہ یزیدی فوج کی دھمکی اور طمع سے سب کے سب فرنٹ ہو گئے ہیں۔ آپ تشریف نہ لاویں۔ بحوالہ خلاصۃ المصائب ص۲۵۶ (امام حسینؓ کو) مجھ کو قتل مسلم و عبداللہ بن لقطر کی خبر معلوم ہوئی ہے۔ فرمایا تحقیق رسوا کیا اور چھوڑ دیا ہم کو ہمارے شیعوں نے۔ اور بحوالہ ناسخ التواریخ ص۱۶۳ (کربلا میں پہنچ کر شیعوں بیعت کنندوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے شیعو) اگر تم اقرار اور بیعت توڑ دو اور ہماری بیعت سے سبکدوش ہو جاؤ۔ مجھے اپنی جان کی قسم۔ کہ ایسا کرنا کچھ تم سے عجب نہیں کیونکہ میرے باپ علیؓ و بھائی حسنؓ اور چچیرے بھائی مسلم کے ساتھ سوائے اس قسم کے سلوک کے تم نے اور کیا کیا ہے عجب ہے جو تمہارے قول و قرار پر دھوکہ کھا جائے۔ (اور قاضی نور اللہ شوشتری کتاب مجالس المومنین بحوالہ حرمت تعزیہ ص۱۱۸) میں لکھتے ہیں

کہ کوفیوں کے شیعہ ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ جو اصل کوفی اور وہاں پر ہی پیدا ہوا ہو۔ اس کا سنی ہونا خلاف اصل اور دلیل کا محتاج ہے۔ لہٰذا امام حسین نے لشکر کو جمع کیا اور فرمایا۔ جواب جانا چاہے چلا جائے جو چلے ہمارے ساتھ رہے جو چلا جائے اسے کچھ حرج نہیں یہ سن کر سب چلے گئے۔ صرف مدینہ سے ہمراہ آنے والے ساتھ رہے اور انہوں نے شہادت پائی۔ پھر بعد نماز کے خطبہ پڑھا فرمایا اے اہل کوفہ میں نہیں آیا مگر جب تمہارے بہت سے نامے میری طلب کو پہنچے۔ اگر تم عہد و پیمان پر ثابت ہو تو تازہ عہد کرو تاکہ مجھے تسلی ہو۔ اگر تم میرے آنے سے منکر ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں پھر چلا جاؤں۔ اور قاضی نور اللہ شوشتری نے کتاب مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ بعد شہادت امام کے شیعوں کو ندامت ہوئی تو اکٹھے ہو کر کہنے لگے کہ ہم کو اللہ نے عمر بھی لمبی دی کہ فتنوں میں مبتلا ہوئے ہم سخت شرمندہ ہیں اور توبہ چاہتے ہیں۔ شاید اللہ ہماری توبہ قبول فرمائے اور ہم پر رحم کرے۔ یہ سب قاتل کوفی جو بجانب ابن زیاد و یزید یہ فوج کے کربلا گئے تھے۔ معذرت کرنے لگے تو سلیمان بن صرد نے کہا کہ ہم اپنے آپ کو تہ تیغ کردیں جیسے کہ بنی اسرائیل نے توبہ کے وقت کیا تھا جس پر اللہ نے ان کو فرمایا تھا کہ تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے یہ کہہ کر سب شیعہ استغفار کے لئے زانوؤں کے بل گر پڑے۔ ثابت ہوا کہ منگوانے والے، شہید کرنے والے اور فوج کوفی بیعت امام کرنے والے قطعی طور پر سب کے سب شیعہ ہی تھے۔ ان میں ایک بھی سنی نہ تھا اب اہل سنت و حدیث ہی لقایا ہیں۔ کہ جن کو اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (انعام ۷/۱۳)

(اے پیغمبر) جو تیرے مالک نے تجھ کو حکم قرآن بھیجا اس پر چل کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ اور مشرکوں کا خیال چھوڑ دے۔ دوسری آیت اِتَّبِعُوا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ۔ (اعراف پ۸) لوگو تابعداری کرو جو نازل کیا گیا ہے طرف تمہاری اللہ کی طرف سے کہ اس کے سوا کسی ولی یا دوست کی تابعداری نہ کرو۔ بہت تھوڑے ہیں جو نصیحت پکڑتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ قرآن و احادیث کو پس پشت ڈال کر شیعہ حضرات سبائی کمپنی کی غلط ملط تحریروں پر عمل کر کے مسلمانوں سے عناد و بغض رکھتے ہیں۔

ہمیں اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کی تعظیم ہی واجب و موجب ثواب ہے اور دیگر کسی کے لئے ہم مجبور نہیں ہیں۔ اس لئے دیگر کی پیروی اس حد تک کریں کہ پیروی شریعت میں نقص نہ پڑے اگر اہلسنت حضرات بھی حضور کو اپنے گناہوں کا فدیہ سمجھ لیں کہ حضور بھی زینب بنت الحرث زوجہ سلام بن مشکم یہودی سردار خیبر کے زہر بکری کے گوشت میں ملا دینے سے دفعہ ۷ھ میں شہادت کا ثواب حاصل کر چکے ہوئے ہیں۔ دوسرے غزوہ احد ۳ھ میں دو دندان مبارک شہید کرا چکے ہوئے ہیں تیسرے زہر سانپ غار ثور والا کے ڈنگ چوسنے سے جو بحوالہ قصص الانبیاء ص۳۱ تین بار چوس کر تھوکا جس سے مکمل مرگ وارد تھی مگر وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کے وعدہ حفاظت سے بچا لئے گئے۔ جو کہ ان زہروں کے اثرات بوقت وصال ۱۱ھ کو عود کر آئے تھے۔ اور غشی طاری ہوتی رہی اس لئے اہل سنت بھی سید الانبیاء خاتم النبیین جن کا کوئی دین دنیا میں بدل نہیں کیوں نہ انہیں اپنے گناہوں کا کفارہ اور فدیہ سمجھ لیں۔ اور قرآن شریف کو ضابطہ وحی کے سپرد کر دیں

تاکہ آخرت میں اس کے نازل ہونے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ ہوں۔ اور اس دنیا میں بیکار جز دانوں میں پڑا رہنے سے ایک تو بے ادبی ہے۔ دوسرے اس کے نازل کرنے کا احسان الٰہی جتلایا گیا ہے وہ بھی نہ رہے

فیصلہ حضرت علیؓ حضرت علی نے نہج البلاغۃ سابقہ مطبوعہ ایران ص۱۹۹ (مطبوعہ طہران ص۱۷۸) میں فرمایا ہے کہ دو فریق میرے بارے میں ہلاک ہو جائیں گے۔ محبت دوستی میں (غلو) افراط کرنے والا کہ اس کو یہ دوستی حق سے دور لے جائے اور دشمن دشمنی میں افراط کرنے والا کہ اس کو یہ عناد حق سے دور کر دے۔ خوشحال انسان میرے بارے میں وہ ہیں جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ تم اسی جماعت کے تابع ہو جاؤ اور بڑی جماعت کی اتباع کرو۔ کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ تفرقہ سے باز آجاؤ کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا شکار ہو جاتا ہے جیسا کہ ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیئے کا شکار بنتی ہے۔ خبردار جو تمہیں جماعت سے علیحدگی کی دعوت دیں ان کو قتل کر دو۔ اگرچہ میری اس دستار کے نیچے ہوں (ردبدعت ص۱۴۶) اب معتزلہ فرقہ غالیہ شیعہ اور خوارج دوستی اور دشمنی میں افراط کرنے والے ہیں۔ صرف اہل سنت ہی میانہ رو ہے۔ حضرت علی حلفیہ اقرار فرماتے ہیں کہ اَنَا وَاللّٰہِ مِنْ اَہْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ (رسالہ تبرا مطبوعہ یوسفی دہلی ص۱۵) خدا کی قسم کہ میں قطعی طور پر اہلسنت و جماعت ہوں

اب تحفہ فدک کے جوابات ملاحظہ ہوں

احقر غلام مصطفیٰ ولد احمد الدین کھوکھر چشتی۔ موضع دہرم کوٹ ڈاکخانہ اکال گڑھ۔ ضلع گوجرانوالہ ۱۵/۶/۷۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بحوالہ فیروز اللغات اور غیاث اللغات بروایت

فدک کیا ہے؟ قاموس ایک چھوٹے سے قصبے کا نام ہے، جو نواح خیبر میں ہے۔ جو سنہ ۴ھ میں مخریق نامی ایک یہودی کے قبضہ میں تھا۔ جو قبیلہ بنی نضیر سے تعلق رکھتا تھا۔ ان یہودیوں کا سردار یوشع بن نون یا کعب بن اشرف ایک یہودی بڑا مالدار تھا ان کے پاس محفوظ قلعے اور عمدہ مکانات اور باغ تھے اور یہ مسلمانوں کو جو اس وقت بہت غریب اور بے سامان تھے۔ بنی نضیر یہ گمان بھی نہ کرتے تھے کہ وہ ہم کو یہاں سے باہر نکال سکیں گے یا ہم پر غالب ہو سکیں گے۔ لیکن اللہ پاک نے مسلمانوں کے ہاتھوں ان کے سردار کعب بن اشرف کو قتل کرایا۔ اور قلعے یا مال و دولت اس کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ جب حضور سنہ ۷ھ میں فتح خیبر سے واپس ہوئے تو حضور نے محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا تو انہوں نے حکم عدولی کی۔

واپسی خیبر سنہ ۷ھ پر قبضہ فدک

واپسی خیبر سنہ ۷ھ پر حضور نے معہ فوج یہاں پڑاؤ فرمایا۔ مسلمانوں نے ان کے دو درخت کھجور کے کاٹے تھے۔ اور ایک یا دو جلا دئے تھے۔ تو بنی نضیر قوم یہود اس پر معترض ہوئے اور کہنے لگے کہ تم اپنے تئیں پیغمبر کہتے ہو اور پھر میوے کے درخت کاٹتے ہو۔ کیا یہ فساد نہیں ہے۔ یہ بات مسلمانوں پر شاق گذری تو خدا نے حکم دیا کہ یہ سب خدا کے حکم سے تھا۔ پھر یہودیوں نے ایک بھاری پتھر اوپر سے لڑھکا دیا۔ جہاں کہ مسلمان نیچے جمع بیٹھے تھے مگر اللہ نے مسلمانوں کو بچایا۔ اس پر حضور نے اپنا لشکر جمع فرما کر ان سے لڑائی کا حکم دیا۔ اور ان کے گھروں پر گھیرا ڈال دیا۔ ان کے سردار کعب بن اشرف کو قتل کیا۔ آخر

جھٹک مار کر نکلنا پڑا۔ اور جلدی نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ تو اس افراتفری میں اسباب جو لے جانے کے قابل تھا لوگ گھروں میں سے اکھیڑ کر اونٹوں پر لاد کر لے گئے۔ پس ماندگان نے اسلام تو قبول نہ کیا۔ لیکن باجگذار بن کر اطاعت قبول کر لی۔ اور انہوں نے حضورؐ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور اقرار کیا۔ کہ صلح کے عوض فدک کی آدھی زمین ہم نے حضور کو دیدی۔ اس وقت سے نصف حصہ جو باغ فدک کے نام سے موسوم ہے اسلام کے قبضہ میں آیا اور حضورؐ نے بحوالہ آیت مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (سورۃ حشر مدنی ۲۸/۱) خیرات کر کے وقف فرمایا۔ چونکہ یہ جائداد بیں اسلام میں بغیر لڑائی کے بطور صلح قبضہ گورنمنٹ اسلامیہ میں آئی تھی جو ملکہ بنی نضیر قوم یہود کی تھی۔ پھر بعد ازاں ۸ھ میں مکہ شریف فتح ہوا تو مسلمانوں کی قانون ساز اسمبلی نے بھی حضور کے تصرف خاص کے لئے فدک بطور وقف منظور فرمایا۔ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (حشر مدنی ۲۸/۱) (اللہ نے) ان کے قلوب میں رعب ڈال دیا۔ اپنے سردار کے قتل ہونے پر حواس باختہ ہوئے وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ اور گمان کرتے تھے وہ کہ بچا لیویں گے ان کو قلعے (کہ جن کے گرد کھائی اور گڑھے تھے) ان کو عذاب خدا کے سے (حشر ۲۸/۱) اس سے بنی نضیر یہودی رعب میں آگئے اور جان بخشی کرائی۔ تب یہ تینوں مواضعات چھوڑ کر ملک شام کو چلے گئے اور جو سامان اٹھا سکتے تھے اٹھا کر لے گئے۔ کچھ خراب کیا اور پس ماندہ گھر، باغ، کھیت بقایہ سکنی جائداد و اسباب گھریلو مسلمانوں کے قبضہ میں بغیر لڑائی کے ہاتھ آیا۔ مگر اللہ پاک نے یہ زمین مال غنیمت کی طرح تقسیم نہ کرائی۔ نہ ہی گورنمنٹ کی خاص ریاست بنی بلکہ مشترکہ وقف برائے خاص و عام حضور کے قبضہ اختیار میں رکھی۔ جیسے ہر ایک محکمہ میں متفرق اخراجات کی رقم سالانہ

بجٹ کی علیحدہ و محدود منظور کی جاتی ہے اور اس مد کے ماتحت اس کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ ایسے ہی حضور نے اس آمدنی سے اپنا مع ام المومنین۔ قرابت مہاجروں۔ مسکینوں۔ یتیموں۔ بیواؤں۔ مسافروں اور رفاہِ عام فنڈ وغیرہ کا خرچ برداشت فرمایا۔ بروایت سیرۃ النبی مصنفہ علامہ شبلی نعمانی جلد ۲ ص ۲۴۹ یہ سات باغ تھے۔ جو مشیب۔ صائفہ۔ دلال۔ حسینی۔ برقۃ۔ اعواف۔ مشربہ ام ابراہیم کے نام سے موسوم تھے جو مخریق نامی قوم بنی نضیر یہودی نے حضور کو یہ سب وصیت کر دئے۔ اور حضور نے سب خیرات کر کے پھر مشاورت کمیٹی کے رائے عامہ سے وقف کر دئے۔ اس وقت یہ تین بستیاں تھیں جو بذات خود یہودیوں نے صلح میں پیش کی تھیں اور بقایا تین کو بعد میں حضرت عمر رض نے اپنے عہد خلافت میں حسب وصیت حضور خرید کر لیا تھا۔ اور ان کی قیمت کا صحیح تخمینہ جانچ کر پچاس ہزار درہم بیت المال سے ادا کیا گیا۔ اور یہ تشخیص شدہ رقم معرفت ابوالہیثم ابن التہان۔ زید بن ثابت۔ سہیل بن ابی حثمہ کے ادا کی گئی۔ جنرل فنڈ سے یہ زمین فدک بقایا بحق گورنمنٹ اسلامیہ خریدی گئی۔ اور پس ماندہ یہودیوں کو بھی ان بستیوں سے نکال دیا گیا۔ پھر ارض مقدس عرب سے یہودی بالکل جلاوطن ہو گئے۔ اور ملک شام میں جہاں پہلے یہودی ہجرت کر کے گئے تھے۔ وہیں یہ بھی چلے گئے۔ پھر بعہد حضرت عمر رض فتح شام پر وہاں سے بھی ان کو نکال دیا گیا۔ یہ ان کا دوسرا حشر ہوا۔ اور بروایت ابن عباس کہ حشر ملک شام کو اس وجہ سے بھی کہتے ہیں کہ قیامت کو وہیں محشر ہوگا۔

قبضہ حضور میں فدک ۷ھ سے ۱۱ھ تک رہا۔ پھر حضور سے حضرات ابوبکر رض متوفی ۱۳ھ۔ عمر رض متوفی ۲۴ھ عثمان رض متوفی ۳۵ھ علی رض

متوفی ۴۱ھ امام حسن رضہ متوفی ۵۰ھ۔ امام حسین رضہ متوفی ۶۱ھ زین العابدین متوفی ۹۵ھ۔ محمد باقرؒ متوفی ۱۱۴ھ۔ جعفر صادقؒ متوفی ۱۴۸ھ موسیٰ کاظمؒ متوفی ۱۸۳ھ۔ امام علی رضہ رضا متوفی ۲۰۳ھ تک دو فصلوں کے فاصلہ ہونے پر پہنچا۔ کہ پہلی دفعہ مروان بن حکم متوفی ۶۵ھ جو ۶۵ھ ہی قابض خلافت پر ہوا تھا۔ اور اسی سال فوت ہوا۔ گویا ۶۵/۹۹ھ تک یہ فصل رہا۔ دوسری دفعہ خلفائے عباس نے تسلط کیا تھا۔ جو ۱۳۲ھ کے درمیان ۱۹۸ فصل ہوا رہا تھا۔ اور زمانۂ خلافت حضرت علیؓ میں بھی یہی بطور وقف مصرف رہا۔ اس لئے اس کو فے کہتے ہیں۔ جو کہ یہ مال بغیر لڑے ہاتھ آیا اس لئے یہ خاص مصارف پیغمبر کے لئے بذریعہ سورۃ حشر ۲۸/۱ وقف ہوا۔ اس میں غازیوں کا حصہ نہیں۔ فے کے معنی چندہ اور وقف کے بھی ہیں

یعنی فدک کی کل کائنات چند کھجوریں تھیں۔ جس کے مصارف کی ترتیب آگے لکھی جاوے گی۔ مگر اہل تشیع کے نزدیک فدک ایک ملک کا نام ہے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار روپے کی مالیت کا تھا۔

شیعہ کی حد فدک

اصول کافی ۳۵۵ میں ایک حدیث ہے خلیفہ مہدی نے کہا اے ابو الحسن فدک کی حد بتلایئے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ ایک کنارہ اس کا کوہ احد ہے۔ دوسرا زمین مصر تیسرا گوشہ سمندر عمان اور چوتھا دومۃ الجندل۔ خلیفہ مہدی نے کہا کیا یہ سب فدک ہے۔ امام صاحب نے فرمایا ہاں۔ خلیفہ مہدی نے کہا یہ تو ایک ملک ہے۔ اور میں اس بارہ میں غور کروں گا۔ حدود اربعہ فدک۔ حسب اندراج کتب شیعہ یوں ہے۔ جو بحوالہ ذیل اس کا طول وعرض ہے۔ پہلا کنارہ مشرقی کوہ احد مدینہ سے تین میل۔ دوسری حد مصر جو شام سے مصر کے راستہ میں بحیرہ روم کے کنارہ پر عین سرحد مصر

یہ بحیرہ روم ہے (معجم البلدان الیاقوت) تیسری حد کنارہ بحر جس کا اطلاق اکثر بحر عمان کے کنارہ پر ہوتا ہے (صافی شرح اصول کافی) چوتھی حد دومتہ الجندل جو دمشق سے جنوب کو پانچ دن کی مسافت اور مدینہ سے $\frac{15}{16}$ دن کی راہ ہے (طبقات ابن سعد)

کیا حضور دنیا طلبی کے لئے مبعوث ہوئے تھے

اس حدود شیعہ سے فدک آدھی دنیا اور لاکھوں کی جائداد بنتی تھی۔ جو ابوبکرؓ نے دبالی۔ کیا حضور دنیا طلبی کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ جو ممالک قبضہ اسلام میں آئیں وہ سب اپنی دختر کے نام ہبہ کر دیں یا ان کے قبضہ یا حوالہ میں کر دئے جاویں۔ مخالفین اسلام اس بارہ میں داگر حضور بہ عقاید شیعہ ذاتی جائداد بنا لیتے) کیا کہیں گے اور آئندہ کیا تبلیغ اسلام ہو سکے گی۔ بحوالہ بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عباسؓ متوفی ۶۸ھ کے حضور کی حالت باوجود شہنشاہ ہونے کے تین تین دن فاقے سے گذرتے تھے کبھی جَو یا کھوریں کھانے کو مل جاتی تھی۔ بوقت وصال حضور کی زرہ مبارک بنام ذات الفضول تیس صاع میں میعادی ایک سال ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ حضور نے دولت دنیا کو ایک تنکا سے زیادہ وقعت نہ دے رکھی تھی۔ اور حضور کے اہلبیت بقول اہلسنت اسی عادت کے خوگر تھے۔ کہ وہ بھی فاقے رہ کر یاد خدا میں شب و روز مصروف رہتے تھے اور خود ذریعہ معاش سے کما کر بھی سوالیوں کو دے دیتے تھے۔ اور وظیفہ سے بھی زیادہ حصہ سوالیوں کی نذر ہو جاتا تھا۔ اگر حضور فقراء اور نو مسلموں کو محروم کر کے فدک کی بستیوں کی ساری جائداد اپنی بیٹی کو

دے دیتے۔ اور حضرت فاطمہ رض متوفی سنہ ۱۱ھ دنیا کی اس حقیر آمدنی کو قبول فرما کر قبضہ حاصل کرتیں تو بتول (تارک الدنیا) کا لقب کیونکر پاتیں۔ افسوس کہ حضرات شیعہ نے حضرت فاطمہ رض کو لقب بتول سے بھی جواب دیدیا ہے اور دنیا کو بتایا ہے کہ وہ اسقدر حریص دنیا تھیں۔ کہ لخت جگر رسول مقبول متاع دنیا کے لئے کچہریوں میں مقدمات تک لڑنے گئیں۔ کسی کی عزت تو خاندان نبوت میں اور صحابہ میں سے برقرار رہنے دی جاتی اور بتول کو حریص دنیا متصور نہ فرماتے۔ مزید برآں لبضعۃ الرسول جناب بتول کی بے ادبی کر کے لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ قرآن مجید سے بھی ناواقف تھیں۔ اور سورہ حشر کی آیت سے بھی لاعلم تھیں۔ پھر حسب منشا فیصلہ مقدمہ کا نہ ہونے پر عمر بھر صحابہ کبارہ پر ناراض رہیں۔ اور یہ لوز سینہ بھی بھاری کینہ خفیہ لئے رہیں اور یہ کہ ان کو دنیاوی مال سے اس قدر محبت تھی کہ تا آخر عمر سنہ ۱۱ھ تک وہ اسی غم میں گھل گھل کر وفات پاگئیں۔ اور دنیا کمینی کے لئے وہ اس قدر غم کرتی تھیں۔ یہ الزامات شیعوں نے بضعۃ الرسول جناب بتول پر عاید کر کے دوستی کے پردہ میں دشمنی کی ہے۔ کیا یہ سردار ان جنت اپنے غلامان جنت سے بھی کم تھیں۔ کہ رابعہ بصری نے دنیا پر لات ماری۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جناب سیدہ نے دنیا فانی کے چند درختوں کی خاطر رو رو کر اپنی جان ہلاک کر دی۔

ترجمہ سورہ حشر ۲۸/۱
ممکن ہے کہ معترض کو کبھی قرآن مجید اہل سنت کے سمجھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ اس لئے ترجمہ کیا جاتا ہے جو ھُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے شروع ہوتا ہے۔ وہی خدا ہے۔ کہ جس نے اہل کتاب کے کافروں کو پہلے حشر کے

وقت ان کے گھروں سے باہر نکال دیا (بنی نضیر کے یہودیوں کی ایک قوم
تھی جو مدینہ میں ان کے آباء واجداد اس خیال وامید سے آنکر آباد ہوئے
تھے کہ جب پیغمبر آخر الزمان ظاہر ہوں گے تو ہم ان کے ساتھ ہو جاویں
گے۔ مگر ان کی اولاد کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ انہوں نے پیغمبر کی نافرمانی
ومخالفت کی اور عہد شکنی کی۔ آخر حضور نے ان کے اخراج کا حکم دیا۔ انہوں
نے پوچھا ہم کہاں جائیں تو حضور نے فرمایا کہ محشر کی زمین یعنی شام کو چلے
جاؤ) (مسلمانو) تم تو سمجھتے تھے۔ کہ ان کے قلعے ان کو اللہ کے عذاب
سے) بچا لیں گے۔ لیکن اللہ کا حکم (ان پر ایسی جگہ سے آن پہنچا۔ جدھر
سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔ اور (اللہ نے) ان کے دلوں میں (مسلمانوں کی
ڈھاک بٹھا دی یعنی رعب ڈال دیا۔ یہ ان کا حال ہو گیا۔ کہ اپنے گھروں کو
خود اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے۔ اے
اہل بصیرت (اس واقعہ سے) عبرت حاصل کرو۔ اگر اللہ پاک نے انکی
قسمت میں) جلا وطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا۔ تو دنیا میں ان پر اور کوئی عذاب
(دوسرا) اتارتا۔ اور آخرت میں تو ان کو بہر صورت آگ دوزخ کا عذاب
ہونا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی
کی اور جو کوئی اللہ سے دشمنی کرے تو اللہ پاک تو سخت عذاب دینے
والا ہے (مسلمانو) تم نے (جو بنی نضیر کے) کھجور کے درخت کاٹ ڈالے
یا (بعض کو) اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا۔ تو یہ سب خدا کے حکم سے تھا۔
اور خدا کو یہ منظور تھا کہ نافرمانوں کو ذلیل کرے (جن لوگوں نے درخت
کاٹا انہوں نے اس نیت سے کاٹا کہ اللہ ورسول کے دشمنوں کو صدمہ
ہو اور جنہوں نے کاٹنا چھوڑ دیا انہوں نے اس نیت سے چھوڑا۔ کہ

مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں گے دونوں کی نیت بخیر تھی اور اسی طرح ہر مسلمان کی نیت محض رضامندی خدا و رسول کے لئے ہونی چاہیئے اور اپنے ذاتی فائدہ کو بالائے طاق رکھنا چاہیئے۔ اسی لئے اللہ پاک نے درخت کاٹنے سے کسی پر عتاب نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ مجھے اسی طرح منظور تھا۔ اور شریعت میں جو مال لڑ کر کافروں سے حاصل کریں اس کو غنیمت کہتے ہیں اور جو بن لڑے ہاتھ آئے اس میں غازیوں کا حصہ نہیں ہوتا اسے فے کہتے ہیں

تصرف فدک کا حکم الٰہی

وَمَا اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ (حشر ۲۸/۱) ترجمہ:۔ اور خدا تعالےٰ نے جو ان کا مال بن لڑے اپنے پیغمبر کو دلا دیا، تو تم نے (اے مسلمانو) نہ اس کے لئے گھوڑے نہ اونٹ دوڑائے۔ لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے قبضہ کرا دیتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (یسلط سے مراد یہ ہے کہ غازی یہ گمان نہ کریں کہ ہمارے ہی وسیلہ سے تمام ملک فتح ہوئے بتایا کہ اللہ پاک سب کچھ کر سکتا ہے کہ بغیر لڑائی کے بھی ملک دے سکتا ہے اور بغیر ماں باپ کے حضرت آدم کی طرح بھی پیدا کر سکتا ہے اور بغیر باپ کے بھی حضرت عیسٰی کی طرح پیدا کر سکتا ہے اور جسے چاہے اس کے گناہ بخش کر اولیاء اللہ بھی بنا سکتا ہے) جو مال یا زمین یا جائداد اللہ نے بطور

فئے (وقف) ان بستیوں والوں سے رسول کو بن لڑے دلائی وہ خدا اور رسول اور قرابتدارانِ رسول اور یتیموں۔ مسکینوں (فقراء مہاجرین) مسافروں کے لئے ہے۔ اور یہ حکم اس لئے دیا ہے) کہ ایسا نہ ہو کہ مالدار لوگ یہ مال جو بن لڑے ہاتھ آیا ہے تم میں سے ہاتھوں ہاتھ اس کو لے لیں۔ اور اگر کوئی چیز تم کو رسول دیں تو تم لے لو اور جس سے منع کریں اس سے تم باز رہو اور اللہ سے ڈرو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور آگے ہے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ یہ مال واسطے ان فقیروں محتاجوں مہاجروں کے لئے بھی ہے جو اپنے وطن عزیز گھر بار مال و دولت سے نکال دئے گئے۔ وہ خدا کے فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش میں ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ تو سچے (ایماندار) ہیں۔ آگے آیت وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ اور ان (انصار) کا بھی (حق) ہے جو ہجرت مہاجرین سے پہلے مدینہ میں اپنا ٹھکانہ مقرر کر چکے تھے۔ اور ایمان لا چکے تھے۔ جو کوئی مسلمانوں میں سے ان کے پاس (کسی جگہ مکہ وغیرہ) سے ہجرت کر کے آتا تو یہ اس سے محبت کرتے اور مہاجرین کو (لوٹ کے مال میں سے) جو دیا جاوے اس سے ان کے دلوں میں حسد نہیں ہوتا۔ اور (مہاجرین کو آرام پہنچانا) اپنے آرام پر مقدم رکھتے ہیں۔ گو ان کو تنگی ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو شخص اپنے نفس کو بخیلی اور لالچ سے بچائے تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچیں گے اور ان لوگوں کا بھی حق (آمدنی فدک) سے ہے جو مہاجرین و انصار کے بعد (مسلمان ہو کر آتے رہیں گے) اور ان سب مذکورہ مسلمانوں کے لئے (وقف) ہے جو آئندہ دنیا میں صحابہ یا تابعینؓ یا تبع تابعینؒ سے قیامت تک ہجرت کر کے کافروں میں سے

آئیں گے (تبویب القرآن ص۶۸۹)

مصارف فدک بوقت عہد حضور ۷ھ تا ۱۱ھ

حضور اس کی نصف حصہ آمدنی سے ازواج مطہرات کی خبر گیری فرماتے تھے اور باقی نصف حصہ سے بیواؤں، غرباء، مساکین، محتاجوں، یتیموں اور مہاجروں انصار مدینہ جو قبل از ہجرت مدینہ میں مقیم تھے۔ ان کی کفالت میں خرچ فرماتے تھے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں بھی فدک کی آمدنی کا یہی مصرف رہا۔ جس کے متولی خاندان رسالت کے محترم ارکان حضرت عباسؓ متوفی ۳۳ھ عم حضورؐ و حضرت علیؓ متوفی ۴۱ھ وغیرہ مقرر ہوتے رہے۔ بروایت دیگر اس میں سے حضور امہات المومنین کا سال بھر کا خرچ نکال کر باقی ہتھیاروں اور جہاد کے سامان خرید لینے میں بھی صرف فرماتے تھے۔ اور اس آمدنی فدک کے پانچ حصے کئے جاتے تھے۔ چار حصے حضور کے اور ایک حصہ باقی کے پھر پانچ حصے کئے جاتے تھے۔ ایک حصہ حضور کا اور تین حصے ناطے والوں (کیونکہ حضور کے تعلقات والوں پر بھی اور بنی ہاشم و عبد المطلب پر بھی زکوٰۃ حرام ہے۔ اس لئے اللہ پاک نے ان کے مصارف کی سبیل بنا دی۔ نہ کہ یہ جائداد ایک کسی واحد شخص کے لئے فدک کی تھی۔ اس میں اُمہاتُ المومنین پر کسی کے احسان جتلانے کی گنجائش نہ رکھی۔ کیونکہ بعد وصال حضور یہ خرچہ نان و نفقہ کا بطور عدت کے تھا) اور یتیموں مہاجروں محتاجوں مسافروں کے لئے اور ایک حصہ بقایا اللہ پاک کا جو ثواب کے کاموں میں یعنی مسجدوں پلوں کی تعمیر پر خرچ کیا جاتا تھا۔ حضور اور صحابہ کا سب مال حکومت کا تھا۔ اور وہ خود غذا کے

لئے تھے۔ فئے مال (وقف) غیر منقولہ جائداد جو بدوں لڑائی ہاتھ آئے وہ کسی خاص کی ملکیت نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابتداران رسول کے علاوہ تمام مسلمان۔ یتیم۔ مسکین۔ مسافر۔ مہاجر اور وہ انصار جو ہجرت مہاجرین سے پہلے مدینہ ہی میں رہے اور ایمان لا چکے تھے یا جو وہاں ہجرت کر کے وہاں جمع ہوتے رہے اور سورہ نساء ۸ میں وہ یتیم۔ مسکین۔ غریب قرابتدار بھی جو سوالی بن کر بوقت تقسیم حاضر ہو کر سوال کریں۔ اور اس میں وہ قرابتدار ظاہر کیے گئے ہیں کہ جن کو اس حکم فدک کی زد سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جکو اس سے شرعی حصہ نہیں پہنچ سکتا اور وہ مہاجرین مسکین بھی جو آئندہ جہادوں میں اپنے وطن عزیز سے جلاوطن کیئے جاویں یا ناکارہ ہو جاویں یہ سب ہی حقدار ہیں۔ اب ایسے صریح حکم قرآن کے خلاف شیعہ حضرات کا خیال ہے کہ فدک حضور نے صرف حضرت فاطمہ رضؓ کو دیدیا تھا۔ اس سے نہ صرف قرآن مجید کو ہی جھٹلانا ہے بلکہ حضور کے ذمے بھی اتہام لگاتا ہے کہ حضور نے حکم خداوندی کو نہ مانا اور رشتہ داروں کے مابین تقسیم نہ فرمایا۔ فدک حضور کی ذاتی جائداد نہیں تھی۔ کہ حضور کی اولاد وارث ہو۔ نہ ہی بطور ہبہ حضرت فاطمہ رضؓ کو یا حضور کو ملا تھا۔ نہ ہی وراثتاً ترکہ میں حضرت فاطمہ کے حصہ میں آیا۔ نہ ہی حضور کو آباؤ اجداد سے ملا۔ نہ ہی حضور نے ذاتی کمائی یا آمدن خاص سے اسکو خریدا۔ یہ مسلّم امر ہے کہ بادشاہ یا خلیفہ یا امام یا نبی کو جو جائداد و ملکیت حکومت و امامت یا نبوت یا خلافت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ ان کی ذاتی جائداد و ملکیت نہیں ہوتی۔ بلکہ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین فتح کرے یا کوئی دیگر سرحد فتح کرے وہ گورنمنٹ کی

ملکیت وقف ہوتی ہے۔ جو رفاہ عام کے کاموں میں صرف کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس پر حکومت کا کوئی خرچ نہیں ہوتا اور محض اقتدار و رعب حکومت سے ملیسّر ہوئی ہوتی ہے۔ نہ ہی کہ وہ بادشاہ کی ذاتی جائداد بن جاتی ہے۔ حکومت برطانیہ نے جو والئسرائے مقرر کر رکھے تھے۔ اگر ان کو کوئی تحفہ یا چیز رعیت کی طرف سے یا دوستانہ پہلو سے نذر کی جاتی تھی تو وہ مال حکومت کا ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ حکومت کے ہو لتے تھے اور ان کی حکومت ہوتی تھی۔ اگر ایسی کوئی نذر یا تحفہ لانے کا علم ان کی میم صاحبہ کو ہو جاتا۔ تو وہ اس شخص لانے والے کو پہلے ہی جا ملتی۔ تا کہ وہ چیز یا تحفہ ان کے ہاتھ میں دیا جائے۔ کیونکہ ان کے ہاتھ میں دیا ہوا تحفہ وغیرہ سرکاری آمدن میں شمار نہ ہوتا تھا۔ ایسے ہی جو چیز یا جائداد غیر منقولہ اراضی امام یا نبی کے قبضہ میں وفاد حکومت سے اپنے عہد میں آئی ہو۔ وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتی۔ بلکہ اس کے حقدار اس کے جانشین خلیفہ یا بادشاہ کو بطور سرکاری جائداد کے چارج میں ملا کرتی ہے۔ کہ وہ گورنمنٹ کی وقف پراپرٹی ہوتی ہے اور نبی یا امام یا بادشاہ یا خلیفہ کے قبضہ میں جو مال یا جائداد ہوتی۔ ہے۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک مملوکہ خاص جس کے حاصل کرنے یا ہونے میں نبوت امامت یا بادشاہت یا خلافت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً جیسے حضرت آدمؑ جنکی عمر جنت میں ۴۰ سال اور دنیا پر ۹۶۰ سال گزری کھیتی باڑی کر کے حضرت نوحؑ بعمر ۹۵۰ سال لکڑی کا کام کر کے۔ حضرت ادریسؑ بعمر ۳۶۵ سال درزی کا کام کر کے۔ حضرت داؤدؑ بعمر ۱۲۳ برس زرہ بنا کر حضرت ابراہیمؑ بعمر ۱۲۰ برس گلہ بانی کر کے حضور (فداہ امی وابی) بعمر

۲۳ برس تجارت (دو سال سنہ ۱۱ھ) وگلہ بانی کر کے۔ حضرت سلیمان زنبیل
بنا کر، عالمگیر بادشاہ قرآن شریف لکھ کر جو ذریعہ معاش بناتے تھے۔ یہ ان
کی ذاتی آمدنی ہوتی تھی۔ اس پر ان کو ہر طرح کا اختیار حاصل تھا۔ مگر وہ اس
میں بھی اپنا اور غرباء کا للہ حصہ مقرر رکھتے تھے۔ دوسری مملوکہ حکومت جو
حضرت داؤد کے مقبوضہ ممالک سے حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں بوجہ
بادشاہت آئی یہ حکومت کی مشترکہ جائداد تھی اور اس پر قوم کا حق تھا کیونکہ
یہ قوم سے ہی جمع ہوتی ہے اور اسی پر خرچ کی جاتی ہے۔ جو بغیر ریزولیشن
ارباب حکومت کے پاس ہو کر ہی کسی تصرف خاص میں نہیں آسکتی ہے
اس قسم کی وراثت پر حق اقربین جاری نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف حضرت سلیمانؑ
ہی حکومت کرتے رہے۔ حالانکہ داؤدؑ کے اور بھی بیٹے اور دختریں تھیں۔ اور
انہوں نے سو ازدواج کی تھیں۔ تو یہ نہیں ہوا کہ ان میں یہ ملک جس پر وہ قابض تھے
بطور وراثت تقسیم ہوا ہو۔ بلکہ جو شخص پیغمبری خلافت امامت یا بادشاہت
کی حیثیت سے جانشین ہوتا ہے۔ وہی اس کا متولی ہوتا ہے مثلاً سلطان
عبدالحمید خاں کے بعد ان کے ممالک مقبوضہ یا جاگیریں خاص ان کے
بھائی یا مال بہن میں تقسیم نہیں ہوئی تھیں۔ البتہ جو تخت نشین ہوگا
وہی اس پر قابض ہوگا۔ اور عملہ ماتحت میں سے جسے چاہے اس کا متولی
یا محاصل اپنی طرف سے بنا دے۔ نہ ہی قائداعظم محمد علیؒ جناح صاحب نے
پاکستان آزاد کرا کر سالم یا کوئی حصہ اپنے وارث کے نام لگوا دیا۔ بلکہ
حکومت جمہوریہ پاکستان ہی اس پر قابض ہے۔ لہذا مذہبی حیثیت سے
بھی مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہی قاعدہ رہا ہے۔ بحوالہ النجم الہدیٰ کتاب
شیعہ صہ ۲۱۲ نے بجواب اسرار الہدیٰ جوہر علی شاہ اہلسنت میں لکھا ہے

کہ حضرت علی نے مال و منال حضرت عثمان خلیفہ برحق پر تصرف فرمایا۔ (مفصل باب علیؓ بہ عنوانِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے فقرہ ۱ کتاب اسرارِ شیعہ میں ذکر کیا گیا ہے) اسی طرح حضور اور اصحاب ثلاثہؓ نے مال ذاتی بھی نہ رکھا کچھ للہ خیرات کر دیا۔ باقی سب بحق سرکار اسلامیہ قرار دیا گیا۔ کیونکہ وہ اللہ کے تھے اور اللہ ان کا تھا۔ اور اسی کے لئے حکومت کرتے تھے۔ صرف تن پروری کے سوا کوئی جائداد نہ چھوڑ گئے۔ نہ ہی کسی اقرب کو خلافت دی اور نہ ہی عدل میں وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی پر رحم و رعایت کی

اب باغ فدک پر شیعہ حضرات جو بارہ اماموں کا ذاتی حق سمجھتے ہیں یہ ان کی بے سمجھی ہے۔ گو یہ فدک انہیں حضرات کے قبضہ تصرف میں یکے بعد دیگرے آتا گیا۔ مگر حق مشترکہ قوم کا متصور رہا۔ نہ ہی اس میں وراثت کا قاعدہ کسی نے جاری کیا۔ کیونکہ ان کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ پھر حضرت علیؓ بھی اپنے زمانہ خلافت میں بطور بادشاہ اس کے مالک رہے تو پھر یہ نہیں ہوا کہ حضرت علیؓ متوفی سنہ ۴۱ھ کی شہادت پر باغ فدک پر وراثت کا قاعدہ آپ سے جاری ہوا ہو۔ یا آپ نے کوئی ایسی وصیت ہی کی ہو۔ یا ان کی اولاد ۲۹ لڑکے ۱۸ لڑکیاں ۔ ۹ ازواج ۔ ۲ حرم محترم اس کے مالک بذریعہ تقسیم ہوئے ہوں۔ یا عبد المطلب کے ۱۲ بیٹے ۔ ۶ بیٹیاں جو اس وقت سوائے سیدنا عبد اللہ کے سب زندہ موجود تھے۔ منجملہ حضور کے چچا حضرت عباس متوفی سنہ ۳۲ھ بعمر ۸۸ سال و حمزہ بن عبد المطلب (شہید غزوہ احد سنہ ۳ھ) یا ان کی ذکور اولاد مسلمان یا امہات المومنین کو تقسیم ہو کر اپنے حصہ ملکیت جدا جدا بوقت وصال حضور ملا ہو۔ اگر یہ وراثت وقف نہ ہوتی تو ان تمام کو حصہ پہنچتا۔ کیونکہ حضور کی زندگی میں صرف ۱۰ امہات المومنین

اور ایک حرم محترم حضور کے سامنے وصال فرما چکے تھے۔ جو حضرت خدیجہ بنت خویلد متوفی سنلہ نبوت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ متوفی سنہ ۳ھ اور حرم محترم حضرت ریحانہ متوفی سنہ ۱۰ھ یعنی ۲/۱ نے وفات پائی تھی۔ گویا ۱۱/۵ سے ۹/۴ جملہ ۱۳ بوقت وصال حضور زندہ تھیں۔ اور حضرت فاطمہ رض کے علاوہ باقی تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں حضور بھی حضور کی زندگی میں وصال پا چکے تھے۔ اگر یہ حق وراثت ہوتا تو یہ سب حقدار تھے۔ حضرت علی سے اقرب حضرت عباس رض عم حضور اور عبدالمطلب کی دوسری اولاد ذکور بھی جو مسلمان ہو چکی تھی جو حضرت علی رض کے شریک برادری تھے۔ پھر حضرت فاطمہ کا حق حضرت علی خود برسر اقتدار خلافت آتے ہی پہچانکر اس کی تقسیم کا حکم فرماتے اور آپ کے آباؤ اجداد نے اسوقت کیوں ان کو یہ مشورہ نہ دیا کہ جس سے ان کے کام بھی آتا) جس طرح کہ حضرت علی رض نے اپنا حق خلافت پہچان کر حضرت معاویہ رض کو بحوالہ روضۃ الصفا و نہج البلاغۃ عہدۂ گورنری دمشق سے برطرفی کا حکم بھیجدیا۔ کہ میری بیعت دمشق و شام میں تجھ پر لازم ہو چکی ہے۔ جو قلمدان خلافت سمبھالتے ہی یہ حکمنامہ جاری فرمایا گیا تھا۔ مگر فدک خلافت کے چارج میں امام حسن کے قبضہ میں بدستور سابقہ خلفاء کے آیا۔ کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت علی رض کے جانشین و نامزد ہوئے تھے (الفاروق جلد ۲ صت ۱۷۱) جب فدک بستی و باغ ذاتی املاک سے ہی نہ تھا تو اس کا ہبہ کر دینا بحق حضرت فاطمہ رض یا حضور کے وصال پر وراثتاً آپ کو نہیں مل سکتا تھا۔ اسلئے نہ ملا کیونکہ قرآن مجید کی مذکورہ آیات مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ شاہد ہے۔ کہ یہ سب کے لئے مشترکہ ہے۔ کسی خاص کی جائداد نہیں۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ حضور

کا فدک پر قبضہ متولیانہ تھا۔ آپ صرف امین تھے۔ اور بطور خازن آمدنی جمع فدک کرکے اہلبیت ودیگر حقداروں غرباء ومساکین امت پر خرچ فرمادیا کرتے تھے۔ صاحب الوحی حقیقت وحی کو خوب سمجھتے تھے کیا یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضور پرنور اور امہات المومنین رض تو مسکینی میں گذارہ کررہے ہوں۔ اور نو مسلم مہاجر انصار مجروح غربت میں فاقوں مررہے ہوں تمام مسلمان بڑے بڑے محتاج تعلقہ آدیں اور بقول شیعہ حضرات وقف شدہ اتنی بڑی جائداد جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کی بحوالہ اصول کافی ص۳۵۵ بتائی جاتی ہے۔ برخلاف حکم قرآن کے صرف حضرت فاطمہ رض کو تمام حقداروں کو محروم رکھ کر دیدیں۔ حالانکہ حضور فقراء وغرباء ومساکین کا سہارا غلاموں کے مولا۔ یتیموں کے والی۔ جو اخلاق حمیدہ کے مجسمہ تھے۔ کیا وہ اپنی غریب رعایا وامت سے اس قدر بے پرواہ ہوگئے تھے۔ کہ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اور اپنی اولاد کے لئے جائدادیں جمع کرنا چاہتے تھے (اگر ایسے خیال حضور ہوتا تو سب ملک اسلامیہ فتح شدہ آپ کے ہی قبضہ واختیار میں تھے۔ سب کے نام ایک ایک ضلع لگوادیتے۔ کون پوچھنے والا تھا اور کون روک سکتا تھا) وہ مہاجرین جنہوں نے راہ خدا میں اپنے گھروں مالوں مکانوں زمینوں وغیرہ کو صرف حضور کی محبت وپیروی میں قربان کیا۔ کیا ان کا مولا جس کا لقب رحمۃ للعالمین خدائی تھا۔ اور کیا مسلمان اسی بھروسہ پر پیروی حضور میں ہجرت کرکے نکلے تھے۔ کیا مسلمانوں نے حضور کو طالب زاہد مشاہدہ کیا تھا کیا وہ اس قدر طامع تھے کہ خود تو زر وجائداد بنالیں اور دوسروں کو گھربار چھوڑنے کی ترغیبیں دیں جو یہ لِمَ تَقُولُونَ مَالَا تَفْعَلُونَ کے خلاف ہے۔ افراد امت تو ہجرت کے مصائب چکھیں اور غزوات میں

اشارۃً بخوشی فقر و فاقہ قبول کر کے ہمیشہ اسلام کے لئے شمشیر بکف ہوں ان تمام کے علاوہ اور چار سو اصحاب صُفّہ بھی نان جویں کو ترسیں۔ لیکن ابر کرم حضور کا صرف اپنی صاحبزادی کے سوا تمام اہلبیت و امت میں سے اور کسی پر نہ برسے کیا اس سالار اعظم خاتم النبیین سرور انبیاء جس کے دیدار اور امت بننے کی خواہشات کو سابقہ برگزیدہ نبی بھی ترسیں۔ اور جس کے خیال میں انتہائی درجہ کی وسعت اور اولو العزمی تھی جو بیواؤں کے معاون مہاجرو سے خیر خواہی اور ہمدردی کے دعویدار سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ اس پیغمبری کے پردہ اور آڑ میں جائداد منقولہ یا غیر منقولہ جمع کریں۔ اور تمام کی تکلیفات سے منہ موڑ کر صرف اپنی دختر کو نوازیں اور امر الٰہی سے تجاوز اختیار کر کے پیغمبری کے فرائض منصبی سے سبکدوش ہو جاویں اور تمام مسلمان اس بے انصافی سے ذرا بھر بھی متأثر نہ ہوں۔ کیا ہم لئے اس نبی برحق آخر الزمان کو خود غرضی یا نفس پروری کا منبع سمجھ کر سچ مانا ہے۔ یا کہ حضور کو اپنا ذاتی حصہ فدک بھی راہ مولا یتیموں۔ مہاجروں فاقہ زدوں۔ بیوگان اور اصحاب صفہ وغیرہ کو عطا فرما دینے پر اور خود پیٹ پر پتھر باندھ کر بھوکوں کی مدد کرنے سے سچ مانا ہے۔ کیا ہمیں جناب امیر اور خاتون جنت سے اس اخلاق حمیدہ و اسوۂ حسنہ کے برخلاف امید ہو سکتی ہے۔ کہ ان کے پیارے باپ کی نام لیوا امت تازہ غزوات کے صدمات سہکر اور کافروں سے ہجرت کر کے خانہ بدوش ہو کر فاقوں میں بلک رہی ہو اور خود حضور بڑی جاگیریں حاصل کر کے ذاتی مالک بن جاویں اور ان غرباء کی خبر گیری نہ کریں جو امیہ بن خلف کی غلامی میں مکہ شہر میں سورج کی تپش میں کوڑوں سے پیٹے جاویں۔ اور نام محمد ظاہر و باطن میں ورد زبان ہو (بلال رض) اور یوم حساب میں

بھی یہی معروض زبان زد ہو گی۔ اور کیا حضور کو بھی امت کی ایسی محبت دل میں گھر نہ کئے ہوئے تھی۔ جس کی وجہ سے بوقت وصال بھی لفظ امتی امتی کا ورد زبان تھا۔ اور یوم حشر بھی یہی فرمانے اٹھیں گے۔ اس حساب سے تو مرید اور مراد دونوں عاشق و معشوق ٹھہرے۔ کیا معترضین نے حضور کو مجنوں جیسا بھی عاشق امت نہیں پایا ہے۔ کیا حضور کو آپ نے کبھی زر یا خوراک جمع یا زمین اپنے نام لگواتے سنا ہے۔ جو ایسے پیغمبر کی شان میں ایسے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ حضور نے فدک ہبہ کر دیا تھا۔ شیعہ حضرات آپ کو خیال ہونا چاہئے کہ جو لوگ حضور کے لئے مکہ و قرب وجوار سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تھے۔ کیا وہ ہمراہ محبت حضور میں خانہ بدوش ہو کر آنے میں حضور کے ہی مہمان نہ تھے اور کیا حضور اپنے مہمانوں کو بھوکا رہنے دیتے تھے۔ کیا وہ امت کے شفیق و مہربان باپ نہ تھے۔ آپ کو خیال ہونا چاہئے کہ ہر مسلمان کی آنکھ اور دل ان کی طرف رجوع ہے۔ پھر کیا وجہ کہ آقا میں حمیّت نہ ہو۔ بلکہ امت سے ستر بار زیادہ حضور میں ہمدردی تھی کیا فیلڈ مارشل نقشہ جنگ پیشتر از جنگ ہی نظر اور دماغ میں نہیں بنا لیتا ہے۔ کیا اس بار خلافت کو نباہنے کے لئے حضور نے مفید مشورے نہیں دیئے۔ کیا آج تک اس ہادی برحق کی کوئی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی ہے۔ کہ جس مشاہدہ پر لوگ بدظن ہو جاتے۔ بلکہ خیر خواہی امت میں اپنی جان ہلاکت میں ڈالے رکھی۔ پھر میزبانوں کا مہمانوں کے لئے عام دستور ہوتا ہے۔ کہ میزبان اپنی بھوک کو برداشت کرتے ہوئے مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی نہیں فرماتے۔ تو کیا حضور بقول آپ کے

عوام سے بھی گئے گذرے تھے کہ خود تو جاگیریں حاصل کریں اور جہان بھوک سے الاماں پکاریں۔ خیال رہے کہ وہ بناوٹی پیغمبر نہیں تھے۔ یا رواجی پیروں کا طرزِ عمل نہیں رکھتے تھے۔ نہ ہی وہ جناب مرزا صاحب قادیانی تھے کہ نبوت کی آڑ میں مال جمع کر کے ولایتی تونلیں پینے کے مشتاق و دلدادہ ہوں اور تمام عمر صاحب توفیق ہو کر فریضہ حج بھی ادا نہ فرمادیں۔ اور صرف قلم سے پوشیدہ کوٹھڑی میں بیٹھ کر نبوت چاہیں اور ساری عمر معتقدوں کو حکومت سے ڈر کر جہاد سے منع فرمادیں (جیسے کہ شیعہ حضرات کا قانون بھی امام مہدی کے آنے پر اور دجال کے ظہور پر ہی جہاد کرنے کا حکم ہے) اور عدالتوں میں معافی مانگتے پھریں۔ اور چندوں سے جاگیریں مہیا کر کے اولاد کے لئے صیغہ آمدنی بنا جادیں۔ آپ بتادیں کہ پھر بناوٹی پیغمبر اور اصل پیغمبر میں کیا فرق رہا۔ کیا وہ حریص و بے توکل اور احکام الٰہی کو معرض التوا میں ڈالنے والے تھے کہ خلافت اور فدک اپنے رشتہ داروں کو نہ دیا اور مکہ کے آئے ہوئے حکم کو (وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ) تا دمِ زلیست ۱۱ھ تک بھی عمل بموجب آپ کے عقیدہ پر کر کے نہ دکھایا۔ کیا آپ کوئی حکم عدولی کی مثال حضور کی اللہ کے حکم کی پیش کر سکتے ہیں کہ جس میں تاخیر یا انکار کیا ہو۔ مگر وہاں تو یہ چیزیں نہیں تھیں۔ نہ وہاں قلم تھا۔ نہ فاخرانہ لباس بلکہ عمل و ہمدردی سے ہی اس نرالے پیغمبر نے دنیا کو موہ لیا۔ اور عشاق کو ایسا فریفتہ کیا کہ باطنی پرواز ہی دیکھ کر انگشت بدنداں ہو کر سکتہ کے مرض میں سرو کی طرح چپ چاپ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اور ظاہر کبھی گینتی سے داوزار (کدائی) خندقیں کھودتے ہیں۔ مگر بھوک سے پیٹ پر پتھر ایسا بندھا ہے کہ بوجہ خالی پیٹ پانی نہ چھلکے۔ اب شیعہ حضرات کو

مسئلہ خلافت کی یاد جو ستانی ہے اس کی دو وجہیں ہی ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضور جیسے عمل آزادانہ کریں۔ دوسرے یہ کہ بادشاہوں کی طرح مال کی آرزو اور اس کے ذریعہ نفس پروری چاہتے ہوں۔ اب آزادانہ عمل کی تو کوئی روک تھام نہیں۔ اور نفس پروری کے لئے حضور کی حدیث ذیل پر عمل کریں۔ جو بخاری، مسلم، ترمذی اور مشارق الانوار کے ص۱۷۵ میں درج ہے۔ کہ یا الٰہی میرے اہل بیت کی بقدر زیست (روزی) فرما اور کبھی حضور نے ایکدن میں جو کی دو وقت روٹی عمر بھر نہ کھائی تھی۔

وارثانِ حضورؐ کے اقسام اور نام جو بوقت وصال حضورؐ زندہ تھے

پہلی قسم امہات المومنین ہیں۔ جو حضرات عائشہؓ[۱] متوفی ۵۸ھ۔ صفیہؓ[۲] متوفی ۳۶ھ۔ سودہؓ[۳] متوفی ۱۹ھ۔ زینب[۴] بنت جحش متوفی ۲۰ھ جویریہؓ[۵] متوفی ۵۶ھ۔ حفصہؓ[۶] متوفی ۲۱ھ۔ میمونہؓ[۷] متوفی ۳۸ھ۔ ام حبیبہؓ[۸] متوفی ۴۴ھ۔ ام سلمہؓ[۹] متوفی ۶۳ھ اور حرم محترم ماریہ[۱۰] قبطیہؓ ۲۳ھ۔ ام المین[۱۱] ام سلمۃ[۱۲] متوفی ۵۹ھ۔ بر صتوی[۱۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین زندہ و موجود تھے۔ یعنی ۹ نو امہات المومنین اور چار حرم محترم موجود تھے

دوسری قسم ان کے بعد حضرت فاطمہؓ متوفی ۱۱ھ حضرت عباسؓ متوفی ۳۲ھ۔ حضرت علیؓ متوفی ۴۱ھ

تیسری قسم ذکور (۱۱ بیٹے) اولاد عبد المطلب جو کہ مسلمان ہو چکی ہوئی تھی

چوتھی قسم مساکین فقراء، سائلین کی ہے۔ جو بحکم سورہ النساء رکوع ۱ اور جب ترکہ بٹ رہا ہو اور وہ تاکنے والے آجائیں جن کو حصہ نہیں پہنچتا اور

یتیم اور مساکین اور فقراء سائلوں کو کچھ ان کو بھی دو اور ان سے نرم بات کرو (۲) بروایت امام احمد بن حنبل اصحاب صفہ ۴۰۰ چار سو بھی اس قسم میں شامل تھے اور سورہ حشر ۲۸/۱ میں جن فقراء مہاجرین مساکین کو دینے کا حکم ہے ان سے مراد مقامی مہاجر و عابد و مجاہد و مجروح۔ اپاہج و عمر رسیدہ دیوگان وغیرہ لوگ مراد ہیں اور بحوالہ سورہ نساء ۴/۱ مذکورہ میں وہ مساکین سائلین قرار دیئے گئے ہیں جو بروقت تقسیم ترکہ اچانک۔ اجنبی طور یا خبر ملنے پر بطور مسافر سائل جمع ہو جائیں (۳) وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ سورہ حشر کے مطابق جو ہجرت مہاجرین سے پہلے مدینہ میں رہے اور ایمان لا چکے تھے۔ یا جو قرب و جوار سے ایمان لا کر آگئے ڈٹے مدینہ میں جمع ہوتے رہے (۴) اور وہ جو آئندہ جہادوں میں وطن عزیز سے بوجہ اسلام لانے کے جلاوطن کئے جاویں

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ

مذکورہ ہر چہار اقسام میں لواحقین و حقدار سینکڑوں تک ہیں۔ ان تمام میں اپنے اعتراض کے مطابق آپ ہی فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (سورہ نساء ۶/۲۴) یعنی جس واسطے مرد کے ہیں برابر دو حصے عورتوں کے اور سورہ نساء ۴/۱ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ اور سورہ نساء ۴/۲ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ اور سورہ بقرہ ۲/۲۲ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ان احکام کی رو سے حصے تقسیم فرما دیں۔ کہ ان میں ہر ایک حقدار کو میراث سے جدا جدا کتنا حصہ پہنچا اور یہ بھی ثابت کریں کہ حضور کی میراث سے بقایہ کیا چیز رہی تھی۔ کیونکہ رسالہ ہذا کے آخیر پر تفصیل اشیاء جو بوقت وصال حضور صدقہ کی گئیں درج کی گئی ہیں اور زمین اشیاء وقف برائے رفاہ عام صدقہ (خیبر، ہتھیار، فدک زیر نگرانی حکومت کر دیں) اب بھی با ضابطہ دعویٰ منجانب اس حقدار کے دائر کرے جس کو آپ حقدار سمجھتے ہوں اور اس کی طرف

سے وکیل بنکر مقدمہ کی پیروی کریں۔ اور ماسبق فیصلہ حضرت ابوبکرؓ کی اپیل کرادیں اور حوالجات کے لئے اپنا ہی قرآن مجید بھی غار سرمن رائے میں سے امام مہدی صاحب سے منگوالیں۔ تاکیداً عرض ہے کہ میعاد گزرنے نہ پائے۔ اب بھی عدالت اسلامی ہے اور بحوالہ جلاء العیون اردو ص ۶۲/۶۳ عذرا دختر ابوجہل جسکی منگنی کی کوشش حضرت علی سے ہو رہی تھی۔ اس کو پتہ نہ لگ جاوے ورنہ مزید حصہ دینا پڑے گا۔ ممکن ہے کہ اسلام آپ کو اس حقدار کی حق تلفی بروئے شریعت جتنا اس کو حصہ پہنچتا ہو آپ کے ثابت کرنے کے بعد اب بھی پوری کردے گا۔ بشرطیکہ ثابت کرنے میں تکذیب آیات وغیرہ نہ ہو جس کی بابت مسلمانوں کی قوم میں آپ نے ناحق تبرابازی سے ہیجان پیدا کردیا ہوا ہے۔ ربوہ میں گورنمنٹ پاکستان نے قریباً ایک آنہ فی گز یا کم و بیش قیمت پر زمین جناب مرزا صاحب کے حواریوں کو مرحمت فرمائی ہے۔ ممکن ہے کہ اس ہیجان سے فراغت حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو گورنمنٹ بوصولی قیمت مرحمت فرما دیوے۔ کیونکہ حدیث لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا کہ فوت شدہ کو گالی مت دو کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گئے ہوئے ہیں۔ اس حکم حضورؐ کی نافرمانی میں آپ تیراں سو سال کے بعد تک بھی فوت شدوں کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور ناحق حضور کے پیاروں کو گالیوں سے کوستے جا رہے ہیں

اگر اس قانون وقف مال غیر منقولہ میں کوئی حکم شریعت تقسیم ورثاء کا ہوتا تو ضرور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اپنی صاحبزادیوں۔ ام المومنین عائشہؓ و حفصہؓ کو حصہ اپنے عہد اقتدار خلافت میں دلواتے۔ اور حضرت علیؓ بھی اپنا و سیدہ فاطمہؓ کا اور بنی فاطمہ کا حق لینے اور حضور نے بھی بحکم کاتِ (نزول آیت مکی ۸ ماہ قبل از ہجرت) اور فَلِلّٰہ کے (نزول آیت مدنی بعد از ہجرت ۴ سال) اور فدک بہ قبضہ اسلام و

حضور سنہ ۸ھ بعد از ہجرت سات سال آنے پر اور تا وصال سنہ ۱۱ھ تک تقسیم نہ ہوا۔ کیا وہ تمام معنی قرآن مجید و احادیث کے نہ سمجھتے تھے۔ جس کو اب شیعیان علی نے آکر سمجھا اور تنقیح نکالی اور صاحب الوحی بھی اس کو ادھورا ہی چھوڑ گئے کیا ان سب کو محروم کر کے اکیلے حضرت فاطمہ رض کو سالم فدک دیا جا سکتا تھا اگر انبیاء کے ترکہ کی وراثت یا توریث جائز ہوتی تو حضور ص اور صحابہ اربعہ رض کو تقسیم میں کچھ عذر نہ تھا۔ بلکہ سب کو ذاتی فائدہ تھا۔ اور حضور کے چچا حضرت عباس رض بھی شروع سے ہی حضور کے مؤید بنے رہے تو ان سب کی معہ امہات المومنین رض حق تلفی ہوئی۔ اس سے قرآن مجید و احادیث کی خلاف ورزی بقول آپ کے پائی جاتی ہے۔ اس سے حضور کی نبوت بھی نا مکمل رہی کہ حضور نے صریحاً حکم قرآن کے خلاف کیا۔ مندرجہ احادیث متفقہ فریقین موجود ہیں۔ جو کم و بیش الفاظ سے ایک ہی مطلب رکھتی ہیں۔

احادیث فریقین بابت ترکہ حضور ص و انبیاء

کافی کلینی کتاب العلم میں امام ابوعبداللہ امام جعفر صادق (امام زین العابدین) سے فرقہ امامیہ شیعہ کی حدیث مروی ہے۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ص اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا وَّلٰکِنْ اَوْرَثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْہُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ

ترجمہ:۔ یعنی امام ابوعبداللہ امام جعفر صادق (امام زین العابدین) فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء روپیہ پیسہ ورثہ میں نہیں چھوڑا کرتے بلکہ علم کا ترکہ پھر جو کوئی اس علم کو لیتا ہے وہ بہت بڑا حصہ لیتا ہے۔ اور ابو البختری راوی نے امام ابوعبداللہ جعفر صادق سے روایت کی ہے۔ جس کو محمد بن یعقوب نے کتاب شیعہ اصول کافی جلد ۳ صفحہ ۱۷/۱۸ میں اس کو لکھا ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ اِنَّ

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَذٰلِکَ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْھَمًا وَلَا دِیْنَارًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوْا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِہِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّنْہَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا وَافِرًا۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ نہ درہم ہیں نہ دینار ہیں البتہ ان کے وارث ہوتے ہیں لوگ۔ حدیثوں میں یعنی علم میں اور خوش نصیب ہے وہ بس جس نے حاصل کی تھوڑی سی حدیث پس اس نے حاصل کیا بڑا حصہ نیکی کا، حدیث بخاری کتاب الفرائض میں ابوبکر رضؓ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا۔ الیس قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ کہا کہ کیا نہیں فرمایا حضور نے کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی مال دنیوی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے (یعنی ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے) ہمارا ترکہ صدقہ کیا جاتا ہے۔ وہ وارثوں کے لئے ترکہ نہیں (بلکہ) فی سبیل اللہ صدقہ ہوتا ہے اور صرف ہمارا علم حدیث ہی وارث ہوتا ہے۔ فریقین کی مستند کتب سے ثابت ہوگیا ہے کہ انبیاء کا ترکہ علم ہے نہ کہ مال۔ الفاظ میں تینوں احادیث گو قدرے مختلف ہیں۔ مگر معنی اور مطلب میں سب یکساں و متفق ہیں اور تینوں بہ یک زبان کہہ رہی ہیں کہ انبیاء کا ترکہ مالی تقسیم نہیں ہوا کرتا بلکہ صدقہ کیا جاتا ہے۔ اور انبیاء کا ترکہ علم ہے نہ کہ مال دنیوی۔ شارح کلینی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ انبیاء جس چیز کو چھوڑ مریں اگرچہ وہ ترکہ ہے مگر اس میں ترکے کا حکم نہیں ہے۔ اب جس کو علم میراث ملی وہی کامیاب ہوا۔ اور یہ حجتیں پریسوں کے آنے سے پہلے پہل چل سکتی تھیں جب شیعوں کی کتابیں ملک ایران تک ہی محدود رہتی تھیں۔ اور اہل سنت کو دستیاب نہ ہو سکتی تھیں۔ اب اہل سنت کے پاس کتب شیعہ موجود ہیں۔ اب یا تو پریسوں کو بند کرا دیویں۔ اور اپنے دین کو چھپائیں کہ یہ دین

اظہار کے قابل ہی نہیں (بحوالہ اصول کافی ص۴۸۵ بروایت امام صادق کہ آپ نے فرمایا اے سلیمان تمہارا (شیعہ کا) ایسا مذہب ہے کہ جو اس کو چھپائے خدا اس کو عزت دیوے اور جو اس کو ظاہر کرے خدا اس کو ذلیل کرے اور اصول کافی ص۹۵ میں ہے لوگوں سے الگ رہو اور کسی کو اپنے دین کی تبلیغ نہ کرو۔ علی ہذا القیاس ص۵۱ و ص۵۵ و ص۴۸۶ میں یہی حکم ہیں) کیونکہ آپ کو اپنی احادیث میں بھی سخت تاکید کی گئی ہے کہ اپنے دین کو مت ظاہر کرو۔ دوسرا مشورہ یہ ہے کہ اپنی کتابوں سے پہلی روایات نکال کر حسب منشا درج کرلیں۔ اور یہ کوئی انئی بات نہیں ہے کیونکہ یہود و نصاری نے بھی تو کلام الٰہی کو ردّ و بدل کرلیا تھا۔ اور آپ نے بھی تو موجودہ قرآن مجید کو تحریف شدہ اور نامکمل ہی مانا ہوا ہے (بحوالہ اصول کافی ص۱۳۹ رسالہ سید علی حائری ص۱۴۵) اگر کتب بدلی جائیں گی تو کیا مضائقہ ہے۔

اعتراض وضع حدیث ترکہ اب شیعہ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث خود ابوبکر نے وضع کر لی ہے۔ رسالہ تبصرۃ السائل ص۱۱ نے حضرت ابوبکرؓ پر بدظنی کی ہے۔ کہ انہوں نے حدیث وراثت کتاب بخاری کی خود وضع کی ہے۔ لیکن اپنے گھر کی خبر نہیں کہ احادیث اصول کافی کلینی نے بھی حضرت امام جعفر صادق رضؓ سے روایت کی ہیں۔ اس سے وہ بھی بدظنی کا شکار ہوتے ہیں کم از کم ان کا تو لحاظ کیا ہوتا

جواب تو کیا آپ کی مستند کتب میں بھی وہی لعد فوتیدگی انہی کے لکھ کر قبر میں جا داخل ہوئے تھے اور آیت دفف سورہ حشر بھی کیا وہی داخل قرآن مجید اپنی طرف سے کر گئے ہیں؟ اس سے آپکا

اپنی مذہبی مستند کتب اور قرآن مجید کو جھٹلانا ثابت ہوتا ہے۔ جب سیدہ فاطمہ رضؓ نے صدیق اکبر رضؓ سے حصہ مانگا۔ سو اس حدیث حضور سے ان کو اطلاع نہ تھی۔ مگر جب مطلع ہوئیں تو خاموش ہو گئیں اگر اب بھی کوئی بداعتقادی بابت فدک رکھے۔ تو حضرت علی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ اور صدیق اکبر رضؓ نے یہ حدیث صرف حضرت فاطمہ سے ہی نہیں کہی تھی۔ بلکہ ازواج مطہرات سے بھی فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ جب حضور نے وفات پائی۔ تو ازواج مطہرات نے ارادہ فرمایا۔ کہ عثمان رضؓ کو ابوبکر رضؓ کے پاس بطلب میراث بھیجیں (کیونکہ اولاد کے ساتھ حقدار ازواج مطہرات بھی ہیں) اگر فدک حضور کی ذاتی جاگیر ہوتی۔ تو یہ سب حقدار مذکورۃ الصدر حصہ لیتے۔ اب اس امر میں فعل ابوبکر رضؓ کا موجب خوشنودی حضور کا تھا۔ کیونکہ یہی جانشین خلیفہ حضور کے ہوئے تھے اور اسی وجہ سے ابوبکر اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضؓ کا بھی حصہ نہ دے سکے۔ سیرۃ النبی مصنفہ علامہ شبلی ط۱۴۶ میں ابوہریرہ نے حضور سے روایت درج کی ہے۔ کہ میرے وارث اشرفی بانٹ کر نہیں پاوینگے۔ یعنی نہ ہوگی نہ پائیں گے۔ بوقت وصال حضور چند دینار حضرت عائشہ کے پاس امانت تھے۔ جو حضورؐ نے نکلوا کر خیرات کر دئے (صحیح بخاری کتاب الوصایا) اور سیرۃ نبی مذکورہ ص۱۴۶ میں یہ بھی ہے۔ جس کو بخاری میں عمرو بن حارث بھائی حضرت ام المؤمنین جویریہ کے نے روایت کیا ہے کہ حضور نے سب کچھ بوقت وصال خیرات کر دیا۔ اور بیت المال میں صرف سفید خچر (دلدل) ہتھیار جہاد۔ اور زمین فدک جو یہ بھی صدقہ و وقف برائے رفاہ عام کر دیں ص۱۴۷ مذکورہ کتاب میں ہے۔ کہ بنو نضیر کی جائداد کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے مخصوص تھی۔ اور فدک

کی مسافروں کے لئے وقف تھی۔ اور خیبر کی آمدنی تین حصوں میں منقسم تھی جو دو حصے مسلمانوں کے لئے اور ایک حصہ امہات المومنین کے سالانہ مصارف کے لئے ملتا تھا۔ اس حصہ سوم سے بھی جو بچتا۔ وہ غریب مہاجرین کے کام آتا اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ نے فدک کی تولیت حضرت علیؓ و عباسؓ کے ذمہ لگائی ہوئی تھی۔ اور حضرت علی کا اس پر متولیانہ قبضہ رہا (سنن ابوداؤد باب الوصایا حضور) اور اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ۔ یعنی علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ اس سے بھی علم وراثت اور علم رکھنے والا جانشین حضور کا ثابت ہے اور جب سپردگی ہی حضرت علیؓ و عباس رضؓ کے تھی۔ تو پھر مخالفین کو مخالفت صحابہ کے لئے کوئی اور عذر تراشنا چاہیئے۔ بڑا کوتاہ عقل ہے وہ شخص جو نبیوں کی بعثت کو دنیاوی مال جمع کرنے کی غرض بنائے۔ حالانکہ اس کا الٹ ان کا مال و جان سب خدا کا ہوتا ہے اور وہ خدا کے ہوتے ہیں

طریقہ صحابہ بر سنت حضورؐ بابت ترکہ

اعتراض کتاب اسرار الہدیٰ جوہر علی شاہ متوطن مچھلی شہر (یو پ) اہلسنتؒ کہ اول جناب امیر نے مال دمنال اسلحہ و امتعہ حضرت عثمان خلیفہ برحق پہ تصرف ناجائز فرمایا۔ حالانکہ مال مسلمان پر شرعاً و عرفاً تصرف جائز نہیں۔ ورثائے عثمان نے جبکہ دعوی کیا تھا تو فوراً دیدیتے۔ خود خورد برد کر جاتے۔ یہ تصرف باعث گناہ کبیرہ کا ہوا۔ اور مرتکب گناہ کبیرہ لائق امامت نہیں ہو سکتا۔

جواب:۔ نجم الہدیٰ مطبوعہ دبدبہ حیدری آگرہ صـ۲۱۲ نجم الحسن امیری شیعہ جواب دیتا ہے یہ مال عثمان کا ترکہ جدوپدری نہ تھا۔ بلکہ خلیفہ ہونے کے باعث بیت المال کا تھا۔ اس پر خلیفہ برحق کو تصرف جائز تھا۔ ورثائے عثمان رضؓ نے

جھوٹا دعویٰ کیا۔ ان کو کیونکر بل سکتا تھا اور ایسے ہی حضرت عمر بن خطاب نے
بعد وفات ابوبکر اور عثمان نے بعد انتقال عمر خطاب عمل کیا تھا۔ اسے ہم بھی
(نجم الحسن شیعہ) تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے وہ (علی رض) خلافت خداداد پر قابض
ہوئے ویسے ہی اس مال پر بھی۔ کسی نظیر کی ضرورت نہیں

خود شیعہ نے تسلیم و فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام مال و منال بعد شہادت حضرت
عثمان رض پر حضرت علی نے قبضہ کر لیا۔ جس طرح ماسبق صحابہ ابوبکر رض و عمر رض نے کیا
اور انہوں نے حضور سے سبق حاصل کیا تھا کہ حضور نے کچھ للہ خیرات کر دیا۔ باقی
نین اشیاء حکومت کو خیرات کر کے وقف کر دیں۔ گھر کچھ نہ رکھا۔ اور سنت نبوی
پر حضرت علی نے ورثائے عثمان کو مال و منال ان کا نہ دیا۔ بلکہ بحق سرکار اسلامیہ
ضبط کر لیا۔ کہ خلیفہ کا سب مال و جان خدا کا ہوتا ہے اور وہ خدا کے لئے ہوتے ہیں
اور ان کی کوئی ذاتی دنیاوی چیز نہیں ہوتی جیسے وہ خلافت پر قابض ہونے ویسے
ہی عثمان کے مال و منال پر۔

حضور و ابوبکر رض و عمر رض کے دو مال و شہادت میں کچھ وقفہ ہوا تھا اس لئے انہوں
نے .... بذات خود مال بیت المال میں داخل کر دیا۔ یا بعد دیدیا
اور حضرت عثمان کی یکلخت شہادت ہوئی۔ اس لئے ان کے مال و منال پر قبضہ
حضرت علی خلیفہ برحق نے کر لیا۔ اور اسی طرح ہی فدک ترکہ جد و پدر بزرگوار حضور
کا نہ تھا۔ بلکہ ابوبکر کے خلیفہ ہونے کے باعث بیت المال کا ہوا اس لئے اس کا
خلیفہ برحق کی نگرانی میں تصرف جائز تھا۔ مگر حضرت علی رض مال کے دینے سے
مستثنیٰ رہے۔ کیونکہ ان کا مال و منال ذاتی سب حضرت امام حسن کے پاس بوجہ
قبضہ خلافت و امامت کے چلا گیا۔

ورثہ علم ہے نہ کہ درہم احادیث مذکورہ متفقہ فریقین سے ثابت

ثابت ہو چکا کہ علماء وارث انبیاء اور ورثہ ان کا علم ہے نہ کہ درہم دینار وغیرہ
دنیاوی آلودگی اور سورہ نساء ۲ یُوصِیکُمُ اللّٰہُ کی آیت تمام امت پر حاوی
ہے اور اس کی ضمیر حضور کی طرف نہیں ہے۔ حضور نے وصیت باغ فدک کی
ہرگز حضرت فاطمہؓ کو نہیں کی۔ نہ ہی کوئی ایسی حدیث موجود ہے۔ حضور شائبہ
دنیاوی اور ورثہ کی لاگ لپیٹ سے بالکل پاک وصاف تھے۔ یہ شگوفہ حضرات
کا بالکل سفید جھوٹ ہے۔ بلکہ ابوداؤد میں مغیرہ سے روایت کی گئی ہے کہ
عمر بن عبد العزیز خلیفہ متوفی سنہ ۱۰۱ھ نے اپنی عدالت عام میں لوگوں سے
فرمایا کہ جب حضرت فاطمہ نے باغ فدک حضور سے طلب فرمایا تھا تو حضورؐ نے
انکار فرمایا کہ یہ وقف عام اور صدقہ ہے اور یہ قانون وقف سورہ حشر ۲۸/۱
مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ سے ہی اسلام میں بنا۔ اور جواب تک دور حاضرہ میں بھی
جاری وساری ہے اور خدا کے لئے جو کچھ کہہ دیا جاوے وہ سب خدا کے
لئے مشترکہ آل وغرباء کے لئے رہتا ہے۔ اس وقف کو مروان بن حکم نے
اپنا ملک بنا لیا تھا جس کو میں پھر بدستور سابقہ وقف کرتا ہوں اسلیف السکت

مذہبی معاملہ میں حضورؐ خاندان یا اولاد کا لحاظ نہ فرماتے تھے

حضور قرآن شریف کے ایک ایک حرف پر سختی سے عمل کرتے۔ اور
کرواتے تھے چنانچہ لوگ کانَ ذَا قُربیٰ اور وَآتِ ذَا الْقُرْبیٰ کے شان نزول
ومقصد کو خوب جانتے تھے۔ جو آج لوگ درپردہ حضور پر ہی معترض ہیں۔
کہ حضورؐ نے کیوں نہ خلافت حضرت فاطمہؓ کے نام لگوادی۔ اور نشانہ حضور
کے نائبوں پر رکھا ہوا ہے۔ عمل وفعل حضورؐ ہی حالانکہ ماتحتوں کے تھے۔
نسائی میں حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اپنے خاندان سے

بڑی محبت فرمایا کرتے تھے۔ مگر جب مذہبی معاملہ آجاتا تو اولاد کی محبت کی ہرگز پرواہ نہ فرماتے تھے۔ دنیا کو جواہر لٹا رہے ہیں۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کے گھر فاقہ اور وہ چکی پیسنی نظر آتی ہیں۔ اس تکلیف پر حضرت فاطمہؓ نے لونڈی کے لئے عرض کیا۔ تو حکم دیا گیا۔ کہ غریب مسلمانوں مہاجروں اور اصحاب صفہ (۴۰۰) کا انتظام کرلوں پھر کچھ بچا تو کسی اور کو دوں گا۔ اور میں اپنے گھرانے والوں کے لئے زخارف دنیوی سے کچھ نہیں چاہتا۔ لیکن شیعوں کا اس کے خلاف عقیدہ ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ سب ملک ہی گھرانے والوں کو دے جاتے۔

اپنی بیویوں اور اولاد کو زیور پہننے نہیں دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ کے گلے میں طلائی ہار دیکھا تو فرمایا بیٹی کیا لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہے کہ حضورؐ کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے۔ پھر جب حضور نے گلے سے اترے ہوئے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ اسی طرح دونوں نواسوں کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن دیکھے تو مکدر ہوئے۔ مگر جب یہ اتار دئے گئے تو فرمایا کہ میں اپنے گھر والوں کو زخارف دنیوی سے آلودہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس کے بدلہ میں میری فاطمہؓ کے لئے عصب کا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن لا دو (نسائی) حضور نے کبھی امتیازی سلوک اہل بیت سے روا نہیں رکھا تھا۔ اور رکھتے بھی کیسے کہ حضور پیغمبر اور سب امت کے روحانی باپ تھے وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب $\frac{21}{1}$) اور ان کی ازواج سب امت کی مائیں تھیں۔ سب کا برابر خیال تھا۔ کارخانہ نبوت سب ایمائے ربانی اور ہدایت یزدانی پر چل رہا تھا (ترجمہ سورہ حشر) کے عنوان میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ جو کھجور کے درخت کاٹنے کے بارے میں فرمایا کہ یہ سب خدا کے حکم سے تھا۔ اور خدا کو یہ منظور تھا۔ اور سورہ آل عمران $\frac{3}{1}$ میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ

عَلَیہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ بے شک اللہ پاک پر کوئی چیز چھپی نہیں
نہ زمین میں نہ آسمان میں اور آگے یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ ماؤں کے پیٹوں میں
جس طرح چاہتا ہے تمہاری تصویر بناتا ہے۔ تو جب فدک سنہ ھ سے سنہ ھ
تک حضور کے متولیانہ قبضہ پر بموجب نص بٹتا رہا۔ تو کیا خداوند کریم اس سے
لاعلم تھا۔) صحابہ کرام آپس میں متحد تھے۔ آپس میں انہوں نے اور ان کی اولاد
نے رشتہ داریاں قائم رکھیں۔ ناطے بڑھائے۔ حضرت علی نے صحابہ کے
ناموں پر اپنی اولاد کے نام رکھے۔ امام حسین سے متحد ہو کر پسران صحابہ رض
کبار نے بیعت یزید نہ کی۔ کتب فریقین میں ان کے متفق رہنے کی زبردست
شہادتیں موجود ہیں۔ مگر جب قرآن واحادیث میں کوئی حکم فدک کی وراثت
کا نہیں تو پھر کس قوم کی کتابوں پر عمل کر کے حضور کو دنیاوی طمع میں ملوث
فرما رہے ہیں۔ کوئی عقیدہ بھی آپ کا اسلام کے معیار پر صادق نہیں آتا۔
حضور نے علم و عمل کو دنیا کے لئے چھوڑا۔ اگر دنیا مطلوب ہوتی تو اولاد و
رشتہ داروں کو ملک کے ہبہ فرما دیتے۔ مگر وہ سونے کا ایک زیور
بھی اپنی اولاد و اہل خانہ کو پہننے نہ دیتے تھے۔ وہ پیغمبر تھے۔ اور جو پیغام
امت کو دیا تو اس سے زیادہ عمل کر کے دکھایا (نماز۔ بھوک۔ نکاح۔
خدمت خلق) وغیرہ میں سب سے زیادہ تھے رسول نے پہاڑ قبول نہ فرمائے
اور اس کی جگہ فقر و فاقہ منظور فرمایا۔

نکتہ میراث نہ تقسیم ہونے پیغمبروں کی

نبیوں کی میراث تقسیم نہ ہونے کا حکم سورہ حشر ۲۸ مَا اَفَآءَ اللہُ اور حدیث بخاری لَا نُوْرِثُ میں یہ
حکمت ہے کہ ان کے وارث ان کے مرنے کی آرزو نہ کریں اور دنیاوی

گدی نشینی اور حصول مال کی خاطر شہید نہ کیئے جاویں بلکہ شہادت بھی راہ حق میں ہی ہو اور پیغمبر کے لئے ان کے مرنے کی آرزو بھی دل میں لانا کفر ہے۔ دوسرے یہ شبہ عوام انبیاء کے حق میں نہ کریں کہ ان کو مال دنیا کی خواہش تھی۔ اور اپنے اقرب کے لئے بادشاہی بنانے کے لئے یہ سلسلہ بنایا۔ اور ان وجوہات کی بنا پر پیغمبر بننے کی کوشش کی۔ شیعہ حضرات کے عقیدہ ترکہ کے خلاف حضور نے بوقت علالت مسجد سے گھر جاکر جو کچھ نظر پڑا سب للہ خیرات کر دیا۔ فہرست اشیاء جو خیرات کیں۔ آگے لکھی گئی ہیں۔ اور بوقت انتقال چراغ جلانے کے لئے تیل بھی گھر میں موجود نہ تھا۔ اور زرہ خرگتی مبارک تیس صاع میں ایک یہودی کے پاس رہن پڑی تھی۔

حضور بعض حکموں میں قانون امت سے مخصوص و مستثنیٰ ہیں

کتاب اسرار شیعہ کے باب اول میں مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ مگر یہاں اشارۃً لکھا جاتا ہے۔

(۱) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (سورہ بنی اسرائیل ۱۵/۶) اور البتہ تحقیق عزت دی ہم نے بنی آدم کو۔ اس سے مراد حضور ہی ہیں۔ کہ اس کی وضاحت میں حدیث قدسی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کہ تیری بدولت ہی آسمانوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ اسی سے حضور نے فرمایا کہ میں افضل الناس نسباً بھی ہوں کہ اللہ نے عرب سے قریش کو اور پھر قریش سے بنو ہاشم کو فضیلت دی

(۲) لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (سورہ حجر ۱۴/۵) قسم ہے تیری زندگی کی تحقیق وہ البتہ بیچ مستی اپنی کے سرگرداں ہیں (۳) وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سورہ بنی اسرائیل ۱۵/۹) اور تھوڑی سی رات کو

پس تہجد پڑھ ساتھ قرآن کے زیادتی ہے واسطے تیرے شتاب ہے یہ کہ بھیجے تجھ کو رب
تیرا مقام محمود میں۔ اس میں تہجد صرف آپ پر فرض کیا گیا اور مقام محمود کا وعدہ صرف
آپ کو دیا گیا (۴) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ
(سورۃ الاحزاب ۲۲/۲) نہیں ہے محمد باپ کسی کا مردوں میں سے ولیکن پیغمبر خدا کا ہے
اور ختم کرنے والا تمام نبیوں کا۔ اس میں حضور کسی مرد کے نسبی باپ نہیں البتہ روحانی
تمام اتباع امت مسلمین کے باپ ہیں اور آخری پیغمبر۔ (۵) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ
يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ط (الاحزاب
۲۲/۴) تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے درود وسلام بھیجتے ہیں اوپر نبی کے اے لوگو جو
ایمان لائے ہو درود بھیجو اوپر اس کے اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ اس میں حضور
کی حیات دنیا اور برزخی زندگی میں بھی صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم ہے اور خاصکر
ہر نماز میں (۶) اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (سورۃ
الاحزاب ۲۱/۱) نبی بہت شفقت کرنے والا ہے مسلمانوں پر جانوں ان کی
سے اور بی بیاں اس کی مائیں ہیں تمہاری (یعنی تمام امت کی) (۷) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ
قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (سورۃ الاحزاب
۲۱/۴) اے نبی کہو واسطے اپنی بیبیوں کے اگر ہو تم ارادہ کرتیں زندگانی دنیا کا اور اس
کی زینت کا۔ اس میں امہات المومنین نے آخرت کا گھر اختیار کیا (۸) يٰنِسَآءَ
النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ . . . .
وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۔ (الاحزاب
۲۲/۱) اے بیبیو نبی کی جو کوئی آوے تم میں سے ساتھ بے حیائی ظاہر کے دوچند کیا
جاوے گا واسطے اس کے عذاب دو برابر ..... اور جو کوئی فرمانبرداری کرے تم
میں سے واسطے اللہ کے اور رسول اس کے اور عمل کرے اچھے دلویں گے ہم اسکو

اجر ثواب کا دوبار اور تم مانند ہر ایک عورتوں میں سے نہیں ہو۔ شیعہ اس حکم پر ام المومنین سے ثواب کے آرزومند بن جاتے ہیں۔ لیکن ان کے منکر ہونے۔ اور تہمت ان پر دینے سے نہیں شرملتے (۹) وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (احزاب ۲۲/۱) اپنے گھروں میں جمی رہو اور جاہلیت کا بناؤ سنگار مت کرنا۔ پردہ سے رہو۔ سورہ نور ۱۸/۴ میں خانہ داری اور پردہ کے احکام امت کے لئے ہیں (۱۰) إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (احزاب ۲۲/۱) سوائے اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے اللہ تو کہ دور کرے تم سے پلیدی اے گھر والیو بیبیو اور اپنے گھروں میں قرآن یاد کرنی تم ہو بصیغہ جمع ضمیر مونث ہیں۔ اس کے پہلے اور اس کے بعد کی آیات میں امہات المومنین کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور مدینہ میں اس وقت کوئی لڑکی حضور کی حضور کے گھر میں نہ رہتی تھی۔ سب شادی شدہ تھیں اور اپنے گھروں میں جا رہی تھیں۔ حضرت فاطمہ سب سے چھوٹی تھیں جن کا نکاح ہجرت کے بعد ایک سال آٹھ ماہ انیس دن یکم ذی الحجہ ۲ھ کو ہو کر حضرت علی کے گھر جو ان کو حارث بن نعمان انصاری نے دیا تھا جا رہی تھیں (۱۱) اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ (احزاب ۲۲/۶) وہ جنہوں نے وطن چھوڑا ساتھ تیرے۔ اور حلال کی عورت ایمان والی اگر بخش دیوے بغیر مہر کے ہبہ کی صورت میں جان اپنی واسطے نبی کے اگر ارادہ کرے نبی یہ کہ نکاح کرے اسکو خالص تیرے واسطے یہ حکم ہے مسلمانوں کے سوا۔ حضور کو اس میں صرف مہاجر عورت سے نکاح کرنے کی قید لگا دی گئی۔ مگر مسلمانوں کو عام سے بھی اجازت ہے اور بغیر مہر ہبہ کی صورت میں صرف حضور ہی نکاح کر سکتے ہیں (۱۲) تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ

وَتُؤْوِیْ اِلَیْكَ مَنْ تَشَاءُ (الاحزاب ۲۲/۶) عورتوں میں سے ڈھیل دے جس کو
چاہے ان میں سے اور جگہ دے طرف اپنے جس کو چاہے اور جس کو بلوا بھیجے تو ان
میں سے کہ ایک نے کنارہ کر دیا تھا اسکو پس نہیں گناہ اوپر تیرے۔ اس میں باری
عورات میں رعایت ہے جس کو چاہو الگ رکھو جس کو چاہو جگہ دو (۱۳) لَا یَحِلُّ لَكَ
النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ
یَمِیْنُكَ (احزاب ۲۲/۶) نہیں حلال واسطے تیرے عورتیں پیچھے اس کے اور نہ یہ کہ بدل
ڈالے تو ان سے اور بیبیاں اور اگرچہ خوش لگیں تجھ کو حسن ان کا مگر یہ کہ جن کے مالک
ہوئے داہنے ہاتھ تیرے (یعنی زرخرید لونڈی کے ساتھ نکاح کر سکتے ہو۔ وہ بھی جنہوں
نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور موجودہ بیبیوں کو نہ چھوڑ سکتے ہو نہ تبدیل
یعنی تبادلہ کر سکتے ہو) (۱۴) لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّا اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ (احزاب
۲۲/۴) اے مسلمانوں مت داخل ہو گھروں میں پیغمبر کے مگر یہ کہ اذن دیا جاوے (۱۵)
اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (احزاب
۲۲/۴) بتحقیق جو لوگ کہ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور رسول اس کے کو لعنت کی ہے ان
کو اللہ نے بیچ دنیا و آخرت کے (۱۶) وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا
اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا (احزاب ۲۲/۴) اور نہیں لائق واسطے تمہارے
یہ کہ ایذا دو رسول خدا کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو بیبیوں اس کی کو پیچھے اس کے کبھی۔ اس
میں حضور کی حیات برزخی ثابت ہوئی (۱۷) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰهِ اَمْوَاتٌ۔ بَلْ اَحْیَاءٌ (البقر ۲/۱۹) ۷ھ ہجری میں خیبر کی زینب نے حضور
کو کھانے بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا۔ بحکم خدا وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔
محفوظ رہے اور دو دندان مبارک غزدہ احد ۳ھ میں شہید ہوئے ۱ھ میں
زہر سانپ غار ثور والا تین بار چوس کر تھوکنے سے زہر داخل جسم مبارک ہوا

بحوالہ قصص الانبیاء صنا۳۱ (۱۸) مکہ شریف میں لڑائی کی اجازت صرف حضور کو دیکر پھر حکم بدستور بند ہوا (۱۹) انبیاء کی ارواح کو بھی اپنے جسم سے وہی تعلق زندگی والا ہے (۲۰) حضور کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا (۲۱) یوم میثاق میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے سوال کے جواب میں بھی حضور ہی علم کے مرتبہ سب سے اول ہوئے اور حضور نے ہی بَلٰی وَاَنْتَ رَبُّنَا فرمایا۔ باقی سب نے تائید کی (۲۲) سب سے پہلے حضور کا ہی حشر ہو گا۔ (۲۳) اور سب سے پہلے حضور ہی جنت میں جائیں گے اور حضرت بلال براق کی باگ پکڑے ہوئے ہونگے (۲۴) حضور کو جملہ انبیاء کے اوصاف عطا ہوئے (۲۵) اور سب پیغمبروں جیسی جملہ کل تکلیفیں حضور کو دی گئیں (۲۶) حضور نے ۱۶ نکاح کئے مگر امت کے لئے چار کا حکم ہے (۲۷) حضور کے سامنے اونچی بولنے کی اجازت نہیں لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (سورہ حجرات ۲۶/۱) اور (۲۸) شریعت کے معاملہ میں کسی اقرب کا لحاظ نہیں کیا۔ نہ ہی کسی اقرب کو خلافت دی (۲۹) جمہوریہ حکومت کی بنیاد حضور نے قائم کی۔ جس سے اب امریکہ۔ برٹش۔ روس۔ اٹلی۔ جرمن وغیرہ سب ممالک فایدہ اٹھا رہے ہیں (۳۰) سورہ احزاب ۲۲/۲ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا یعنی اور نہیں ہے لائق واسطے کسی مرد مسلمان کے اور نہ عورت مسلمان کے جس وقت کہ مقرر کرے خدا اور رسول اسکا کوئی کام یہ کہ ہووے واسطے ان کے اختیار کام اپنے سے اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور رسول اس کے کی پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہی ظاہر اور یہ آیت مطابق آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی تائید کرتی ہے (۳۱) یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ٥ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (سورہ احزاب ۲۲/۳) اے نبی تحقیق ہم نے بھیجا ہے تجھ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور

پکارنے والا طرف اللہ کے ساتھ حکم اس کے کے اور چراغ روشن (۳۲) یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ
قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاۤءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ (احزاب ۲۲/۵)
حضور کی عورتوں بیٹیوں پر پردہ فرض اور ویسے ہی مسلمانوں کی عورتوں پر لازمی پردہ کا حکم
ہوا معہ انکی لڑکیوں کے فرمایا۔ لیکن آجکل کے پیر مریدوں اور عوام سے پردہ نہیں
کرتے کہ ہم والدین ہیں۔ تو حضور کی ازواج کو تو خدا نے امت کی مائیں فرمایا۔ پھر
وہ کیوں پردہ کرتی تھیں (۳۳) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ
یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا (سورہ احزاب ۲۱/۲) البتہ تحقیق ہے واسطے
تمہارے بیچ رسول خدا کے پیروی اچھی واسطے اس شخص کے ہے کہ امید رکھتا ہے خدا
کی اور دن پچھلے کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت (۳۴) یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ
وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ...... وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (احزاب
۲۱/۱) اے نبی ڈر اکر اللہ سے اور مت کہا مان کافروں کا اور منافقوں کا .... اور
پیروی کر اس چیز کی کہ وحی کی جاتی ہے طرف تیری رب تیرے سے وغیرہ
فقرہ ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۳۱ سے حضور کی زندگی برزخی بعد وصال ثابت
ہے اور یہ زمین فدک خرچ ازواج مطہرات عامل و کارندہ کے خرچ کے بعد بقایا راہ
خدا میں صدقہ ہے۔ چونکہ بعد وصال حضور کا حکم مطابق عدت والی عورت کے تھا
کیونکہ ان کا نکاح بعد وصال حضور بحالت برزخ کسی سے نہیں ہوتا تھا۔ بحوالہ
تفریح الاذکیار جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ و خلافت محمدیہ اس لئے نان و نفقہ ان کا بذمہ
حضور تھا۔ اسی بنا پر ہی اللہ پاک نے یہ جائداد وقف (۲۸/۱ حشر) کر دی۔ جو
فدک سے جاری رہا۔ اس میں عامل سے مراد نگرانی رکھنے والا اور کارندہ سے
مراد فدک میں کام کرنے والے ہیں۔ اب حضور ۷ھ سے ۱۱ھ تک خود متولی
رہے۔ حضور کے بعد ابوبکر عامل و متولی بنے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت

میں تولیت حضرات علی وعباس کو دی اور اسی طرح دو فصل کے علاوہ امام علی رضا کے پاس متوفی ۹ صفر ۲۰۳ھ تک پہنچا۔ پہلی فصل مروان بن حکم متوفی ۶۵ھ نے اپنی جاگیر سمجھ لی۔ تو خلیفہ عمر بن عبد العزیز متوفی ۹۹ھ نے پھر بدستور سابقہ کے دیدیا۔ دوسری فصل امام محمد باقر متوفی ۱۱۴ھ کے بعد خلفاء عباسیہ نے تسلط کر لیا تھا۔ جو پھر خلیفہ مامون رشید نے ۱۹۸ھ میں بنو ہاشم کو دیدیا۔ اسی طرح امام علی رضا متوفی ۲۰۳ھ تک متولیانہ قابض رہے۔ لہذا یہ فیصلہ فدک حضرات ابوبکر وعمر رض کا بالکل مطابق حکم قرآن مجید و احادیث و عمل حضور کے تھا۔

اعتراض شیعہ کہتے ہیں کہ جب واسطے مذکر کے حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت فاطمہ کو فدک نہ ملا۔

جواب حضور اس حکم وراثت سے مستثنیٰ تھے۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ اور سورہ حشر ۲۸/۱ سے مال فے فدک کا حق مشترکہ قرار دیا گیا ہے اور احادیث فریقین بھی مذکور ہوئیں۔ اس لئے اس کا کوئی وارث خاص نہیں تھا جسطرح خچر یعنی دلدل اور ہتھیار جہاد وقف ہوئے۔ اسی طرح ہی فدک کیونکہ حکومت کے ماتحت رہ کر حکم خدائی پر تقسیم ہوا کرے۔ اور آیت کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ (حشر ۲۸/۱) یعنی ایسا نہ ہو کہ مالدار لوگ یہ مال جو بن لڑے ہاتھ آیا ہے تم میں سے ہاتھوں ہاتھ اسکو لیلیں اس سے ثابت ہوا کہ مال فے ایک شخص کو نہیں مل سکتا۔ تا کوئی یہ مال مشترکہ نہ دبالے اور ناجائز خود قابض ہو کر اپنی ملکیت نہ قرار دے لے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انبیاء کا ترکہ وارثوں میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت داؤدؑ کے حق میں یہ حکم ذیل کیوں آیا۔

مثال داؤد علیہ السلام شیعہ کہتے ہیں (۱) وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ

داؤد (سورہ نمل ۱۹/۲) کہ حضرت سلیمان داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے یہ وراثت کیسی تھی؟

جواب شیعہ حضرات اپنے دعوی کی دلیل میں خود ہی حقیقتاً تردید پیش کر دیتے ہیں۔ اور تمام مسائل میں ان کا یہی حال ہے بلکہ کلام الہی میں ہر جگہ ایسی آیات سے علم و حکمت ہی مراد ہے جو ذیل ملاحظہ ہوں (۲) سورۃ الانبیاء ۷/۱ اور سورہ مریم ۱۶/۱ میں دعا حضرت زکریا ؑ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ یعنی تو اپنے کرم سے مجھے ایک فرزند عطا فرما جو میرا وارث (نبوت) ہو اور یعقوب کی اولاد کا بھی وارث (نبوت) ہو۔ (۳) يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (مریم ۱۶/۱) اے یحیی کتاب کو قوت سے پکڑ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل تاکید سے کر اور کروا (۴) اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ (سورہ شوریٰ ۲۵/۲) اور ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر ۲۲/۴) یعنی ہم نے علم کتاب کا وارث اپنے برگزیدہ بندوں کو کیا (۵) وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (الانبیاء ۷/۵) اور لوط کو ہم نے حکم و حکمت اور علم دیا (۶) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ط ..... قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۔ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ (سورہ بقرہ ۲/۳۲ آیت ۲۴۶/۲۴۷) یعنی بنی اسرائیل کے سرداران قوم نے اپنے پیغمبر سے التجا کی کہ ہماری مہمات ملکی متقاضی ہیں کہ ہمارے لئے ایک ایسا بادشاہ مقرر کیا جاوے جس کی قیادت میں ہم کامیابی کے ساتھ جنگوں میں عہدہ برآ ہو سکیں ان کے نبی نے کہا کہ اللہ تعالے نے اس کام کے لئے طالوت کو آپکا بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم اس کو اس قابل نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اس کے

پاس مال کی فراوانی نہیں۔ ان کے نبی نے کہا کہ بادشاہت کے لئے جو صفات ضروری ہیں۔ وہ علم۔ قابلیت و تندرستی ہے۔ طالوت کو جہاں اللہ نے علمی استعداد دے رکھی ہیں۔ وہاں محنت مشقت برداشت کرنے کے لئے اعلے درجے کی جسمانی قوی بھی اسے عطا کر رکھے ہیں۔ اور یہ صفات دولت سے کہیں زیادہ کارآمد ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی سلطنت دیتا ہے معاملات ملکی کو حل کرنے کے لئے کسی شخص میں فہم و دانش اور علم کا پایا جانا اور اس کے ساتھ جسمانی قوائے کا مضبوط ہونا نہایت ضروری ہے کہ صحت محنت ملکی حذبات میں مثلاً جہاد یا مطالبات رعایا خود موقعہ پر دریافت کرنے پڑتے ہیں اور کبھی ملکی مسائل کو حل کرنے کے لئے دن رات مصروفیت لاحق ہوتی ہے غرضیکہ قوم و ملت کی ان حذبات کو وہی شخص سرانجام دے سکتا ہے جو بسطۃً فی العلم و الجسم ہو۔ قرآن شریف میں فراوانی مال سے نبوت کا پایا جانا کہیں ثابت نہیں۔ اور حضرت اسمعیلؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ مگر یہ وراثت علم حضرت قیدار کو ملا۔ اور انہی کی اولاد سے عدنان ہوئے پھر ان کی اولاد سے قصی کو پھر اس کے چھ بیٹوں میں سے عبد مناف کو پھر اس کے چھ بیٹوں میں سے ہاشم کو پھر ان کے کئی بیٹوں یعنی اسد۔ عبد یزید عامر عرف عبد المطلب وغیرہ سے عبد المطلب کو پھر ان کے ۱۲ بیٹے ۶ بیٹیوں سے سیدنا عبد اللہ کو پھر ان سے محمد رسول اللہ کو یہ وراثت کا علم ملا۔

مذکورہ تمام آیات میں میراث علم و حکمت مراد ہے۔ اور یہی وراثت انبیاء کی ہوتی ہے کہ حضرت داؤدؑ کی وراثت نبوت حضرت سلیمانؑ نے ہی سنبھالی۔ بحوالہ قصص الانبیاء صفحہ ۲۰۱ کہ آخری وقت حضرت داؤد کو حضرت جبرائیلؑ نے ایک صندوق لاکر دیا۔ کہ اس کے اندر کی اشیاء کا نام جو آپ کا بیٹا بتادے وہی آپ کا وارث علم ہوگا۔ چنانچہ سب بیٹوں نے لاعلمی ظاہر کی۔

مگر حضرت سلیمانؑ نے علم غیب سے ان تینوں اشیاء صندوق میں بند شدہ کے نام بتا دیے اسمیں تین چیزیں ایک خط - جابک اور انگشتری تھی جنکے نام حضرت سلیمانؑ نے بتا دیے بحوالہ قصص الانبیاء صد ۲۰ حضرت داؤد کے ۵ا بیٹے علاوہ دختریں تھیں - اور بحوالہ کتاب رفض و بدعت صد ۲۱۸ ۱۸ بیٹے اور بھی موجود تھے اور دوسری کتب میں ۱۷/۱۸ آپ بحالت نابالغی بکریاں چراتے تھے - یہ علم و حکمت انکو اللہ کی مہربانی سے عطا ہوئی - فریقین سے ثابت ہے کہ یہ واحد ہی فرزند حضرت داؤد کے نہ تھے - یہ یہودا ابن یعقوب کی نسل سے اور از لطن لطشا بنت حنا بیوہ اوریا کے فرزند تھے - اسی لئے ہی آل یعقوب کی وراثت علم سنبھالنے کی دعا حضرت زکریا نے مانگی تھی - اگر مال دنیا سے یہاں مراد ہوتی تو تمام بیٹے وارث حضرت داؤد کے ہوتے نہ کہ اکیلے حضرت سلیمانؑ - مگر میراث علم و نبوت صرف حضرت سلیمانؑ ہی کو ملی - بمطابق حدیث اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ علم والے ہی منصب نبوت و حکمت کی وراثت کو سنبھالتے ہیں - چاہے وہ علم لدنی ہی کیوں نہ ہو - جس کی تصدیق کا ذکر اس سے اگلی آیت میں کم فہم لوگوں کے لئے واضح کیا گیا ہے - وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا (سورہ نمل ۱۹/۲) یعنی ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم (وراثت پیغمبراں) عطا فرمایا - آگے آیت ہے وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (نمل ۱۹/۲) سلیمان نے کہا کہ اے لوگو ہمیں جانوروں کی بولی سمجھنے کا بھی علم عطا ہوا ہے اور ہر چیز ہمیں دی گئی ہے اور وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَالطَّیْرَ (سورہ سبا ۲۲/۲) اور ہم داؤد کو بزرگی دے چکے ہیں - پہاڑو تم داؤد کے ساتھ تسبیح کیا کرو اور پرندو اور ہم نے لوہا اس کے لئے نرم کر دیا - ثابت ہوا کہ علم ہی نبوت کی باعث فخر وراثت ہے نہ کہ مال - اگر مال دنیا کا ذخیرہ عطا ہونا نبی کی فضیلت کا باعث

ہوتا۔ اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حضور کے پاس بعثت نبوت کے وقت کیا رکھا تھا۔ نہ ہی یہاں کوئی لفظ مال دنیا پر عائد ہونے کا ہے۔ اگر مال دنیا کی وراثت سے پیغمبری۔ فقر اور اولیاء اللہ ہونا قرار دیا جاتا۔ تو نمرود فرعون ہارون۔ شداد۔ ابوجہل۔ ابولہب۔ قیصر روم وغیرہ پیغمبر ہوتے۔ اور ہزاروں نامی کفار قیصر و کسریٰ جیسی بادشاہیوں کے مالک ہو چکے ہیں تو یہ نہیں ہوا۔ کہ ان کو مال کی فراوانی کے باعث پیغمبری ملی ہو۔ مگر نتیجہ اس کے الٹ ہی رہا ہے۔ اگر باغ پر ہی دارومدار نبوت ہوتا۔ تو مذکورہ تمام مال و زر اور زمین و باغوں کی بہتات کے باعث نبی ہوتے اور مال دنیا اگر بقول شیعہ حضرات نبوت امامت خلافت ہیں بغیر علم حدیث و حکمت و کلام الٰہی کے اضافہ کرتا ہے۔ تو یہ سب نبی کیوں نہ ہو گئے۔ کیونکہ ان کے پاس تو بہت سا مال تھا اور اپنی حد کے وارث بھی بنتے رہے۔ اصول کافی کتاب شیعہ اور کافی کلینی کتاب الحج جلد ا ص۲۲۶ میں امام ابو عبد اللہ یعنی زین العابدین نے فرمایا کہ اِنَّ سُلَیْمَانَ وَرِثَ دَاؤُدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِثَ سُلَیْمَانَ یعنی سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلیمان کے وارث ہوئے۔ اس حدیث سے خود شیعہ راوی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ وراثت مالی نہ تھی۔ بلکہ علمی تھی۔ کیونکہ حضرت سلیمان اور حضور کے مابین ۱۸۲۰ برس اور کئی پشتیں گزر گئی تھیں اور سلیمان کے وارث حضور قرار دیئے گئے ہیں۔ اب نہ ہی کوئی دفینہ حضور کو ان کا ملا۔ اور نہ ہی کوئی ورثہ دنیاوی مال چارپائیاں کپڑے یا دیگر اسباب خانگی ہی انکو ملا۔ بلکہ کامل و مکمل نبی حضور بذریعہ ترکہ علم و حکمت اور نبوت حضرت سلیمان کے ہوئے اور قرار دیئے گئے اور حضرت سلیمان ؑ

کی طرح بین الناس کے لئے ہی خلافت وبادشاہت ان کو بھی ملی۔ کیونکہ حضرت سلیمان کی خلافت بذریعہ علم وحکمت انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند۔ درند۔ ہوا۔ اور جنات وغیرہ پر بھی تھی اور وہ سب کی بولیاں سمجھتے تھے۔ اب جس طرح اللہ پاک نے علم سے ان کے مطیع سب کچھ کر دیا تھا اسی طرح ہی ہمارے حضور پر نور کو علم لدنی سے سب کو ماتحت کر دیا۔ کیونکہ حضور بھی نباتات وحیوانات جن والنس۔ ملک والبشر۔ حاضر وغائب سب کی بولیاں سمجھتے تھے۔ اور اسی سے ہی تشبیہ خلافت وبادشاہت کی دی گئی ہے اور اس لئے ہی حضور کو سیّد المرسلین کے خطاب سے نوازا گیا۔ اور یہی وراثت حدیث علم دونوں پر مصدقہ آئی نہ کہ وراثت مال دنیوی پر آسکتی ہے۔ دوسری دلیل مذکورہ حوالجات سے یہ ہے کہ اے خدا مجھے ایسا ولیعہد عطا فرما۔ جو میرے بعد میری اور آل یعقوب کی میراث علم کو سنبھالے اس میں حضرت زکریاؑ بن صالح کو اپنے بیٹے (یحییٰؑ) کے لئے اولاد کی تمنا تھی پر اس لئے نہ تھی کہ مال و دولت دنیاوی باغ فدک کی طرح سنبھلے نہ ہی انکے پاس کوئی جائداد تھی۔ کہ جس کا آپ کو کھٹکا دامنگیر رہتا تھا۔ کہ اس کو دوسرے وارث نہ سنبھال لیں اور کوئی بیٹا عطا ہو جانے کی اس لئے دعا تھی۔ کیونکہ قوم میں ایسا کوئی مصلح نظر نہ آتا تھا۔ جو علم نبوت حاصل کر کے اصلاح قوم کر سکے۔ اور حضرت یحییٰ کو علم وراثت عطا ہوا اور اگر مال و دولت دنیا سنبھالنے کی دعا ہوتی تو وہ بہت امیر بنائے جاتے۔ بلکہ وہ از حد غریب ساری عمر رہے۔ لہٰذا دعا پیغمبری نبوت علم وحکمت میری ہی اولاد کو نصیب ہو۔ جو حُنِ اُمُّ الْکِتَاب سے ظاہر ہے اور انبیا کو مال دنیا سے کام ہی کیا اور ان کے دل میں دنیا تنکے کی حیثیت بھی نہیں رکھتی تھی۔ اور وہ آن واحد میں دنیاوی سارا مال

راہ خدا میں لٹا دیتے تھے جس طرح کہ حضرت ابراہیم نے بذریعہ الہام الٰہی اپنا سارا مال راہ خدا میں ذبح کر کے تقسیم غربا کو کر دیا جو بروایت مشکوٰۃ الانوار کے قرۃ الواعظین جلد ۲ صہ ۱۳۷ تا صہ ۱۳۹ لکھا ہے کہ فرشتوں کی تصدیق لقب خلیل کرنے کے بارے میں انسانی شکل میں سائل بن کر حضرت ابراہیمؑ کے پاس آنا۔ اور حمد الٰہی کی تسبیح پڑھنا اور تین تسبیحات پڑھنے میں آپ کا سب مال وریوڑ معہ اپنے اور اہل خانہ کے ان کا غلام بن جانے کا واقعہ معروف و مشہور ہے۔ اب آپ کے دلائل کی زبردست تردید ہو چکی ہے۔ کہ حضور حضرت سلیمانؑ کے جو وارث ہوئے یہ وراثت علمی تھی نہ کہ مالی۔ ورنہ انبیاء پر بخل وحسد کا الزام آئے گا۔ کہ ان کو مال دنیاوی للہ دینے میں عذر تھا۔ اور اپنے جدی اقرباء سے ضد تھی۔ کہ ان کو ہمارے مرنے پر کوئی چیز مفت ورثہ میں نہ ملے۔ اور اس سبب سے انہوں نے دعا فرمائی تھی۔ یہ آیت مقصد شیعہ کی مثیل حضرت موسیٰ و ہارون کی طرح تائید نہیں بلکہ زبردست تردید کرتی ہے۔ کیونکہ نزول کتاب و بعثت پیغمبر کا مقصد حب الشہوات سے منع کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ نہ کہ دنیاوی مال جمع کرنے کی غرض سے یہ آتے ہیں۔ حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹے بنایوث۔ یابنابوت۔ قیدار اور باقبل۔ میام۔ مشماع۔ دوماہ۔ مسا۔ حدر۔ تیما۔ لیطور۔ ناجیش۔ قیدماہ تھے۔ لیکن ان میں قیدار کو علم وراثت ملا۔

احادیث مذکورہ بابت فدک اہل سنت و اہل تشیع بمطابق قرآن مجید متفق علیہ ہیں اور جو دلیل فریقین میں متفق علیہ اور مسلم ہو۔ اسے مقدم قبول کرنا چاہیئے۔ چنانچہ کافی کلینی جلد ۱ صہ ۶ میں تاکید کی گئی ہے کہ متفق علیہ کی تعلیم کیا کرو۔ کیونکہ متفق علیہ میں شک نہیں ہوتا۔ اگر یہی طریقہ مسلمہ مشترکہ حصہ کا۔

دونوں فریق بے اعتراض چھوڑ دیا کریں۔ تو نزاع کے مسائل بہت کم ہو جاویں
اور اگر شیعہ سنی کا اختلاف فریقین اعتدال پر لانا چاہیں تو زیادہ سے زیادہ
حنفی شافعی مسایل کے اختلاف کے برابر رہ جاتا ہے۔ حضرت ذکریاؑ
کی دعا کہ یا اللہ کوئی ایسا ولیعہد عطا فرما جو میراث نبوت کا مالک ہو سکے
اور اصلاح خلق کر سکے۔ کہ یہی سب سے بڑی نیکی اور بادشاہی ہے۔ اگر میراث
دنیاوی مالی اس سے مراد لی جاوے تو یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ کا
مفہوم درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ اور ذکریاؑ کے
درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ تھا۔ تو کیا اب تک مال دنیا سے چارپائیاں
کپڑے برتن روپے وغیرہ غیر منقسم پڑے تھے۔ جو تارک الدنیا حضرت
یحییٰ کے کام آئے۔ البتہ نبوت ہی آل یعقوب کا ورثہ چلا آتا تھا۔ اور حضور
کے صحابہ کرام نے بھی بحوالہ تاریخ اسلام شوق امرتسری ص۲۴۲ غزوہ تبوک
میں حضرت ابوبکر نے سب گھر کا اثاثہ معہ لونڈیوں کے حضور کی خدمت میں پیش
کر دیا۔ اور خود ایک ٹاٹ لیکر گوشہ تنہائی میں بیٹھ گئے۔ اسی طرح دوسرے
اصحابوں نے بھی پیش کیا۔ مگر شیعہ حضرات کی خواہش حضرت سلیمانؑ کی
مثال سے یہ ہے کہ ہمارے پاس بہت سا زر و مال و جائداد ہوتی جس طرح
کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس تھی۔ اور خلافت بلافصل سے بھی یہی مراد ہے۔
کہ تمام مفتوحہ ممالک ہمارے نام ہی منتقل ہو جاتے تو ہم مال دنیا سے
گنج قارون کو بھی مات کر دیتے۔ اور حضرت سلیمان سے لیکر آج تک کل
ملک و مال ہمارے ہی قبضہ و دخل میں ہوتا۔ اور اللہ پاک نے حضرت
علی کو خلافت چہارم اسی لئے ہی دی تھی کہ ان کی اولاد میں جاری و ساری
رہے۔ لیکن شیعہ نالائق نکلے اور انہوں نے بحوالہ جلاء العیون ص۲۶۸ و ص۲۷۴

ص۲۷۷ و ص۲۸ اور ازالۃ العین۔ از بحار الانوار جلد ۱۰ اور ناسخ التواریخ ص۱۹۲ امام حسن کی توہین صلح امیر معاویہ سے کرنے پر کی اور امام حسن نے ان کو نا اہل خلافت سمجھ کر ایسے کیا یعنی صلح کی تھی۔ ورنہ آج تک خلافت ہی اماہین کے قبضہ واقتدار میں ہوتی۔ پس شیعہ حضرات کے خلافت کے جھگڑے کا لب لباب صرف یہی ہے کہ پیسہ سے متعہ ہوتا ہے اور متعہ سے ثواب عظیم بحوالہ برہان المتعہ ص۵ و منہج الصادقین ص۵۳۶ پھر کسی مزید عمل کی ضرورت نہیں رہتی۔ ورنہ قرآن مجید۔ احادیث واقوال الائمہ عمل کرنے کے لئے موجود ہیں صرف پیسہ ہی نہیں۔

بحث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ فدک مملوکہ خاص حضور کا نہ تھا۔ نہ ہی حضرت فاطمہؓ کو حضور نے ہبہ کر کے دیا نہ ہی حضرت فاطمہ کو ورثاً مل سکتا تھا۔ یہ مال فئے تھا جو مشترکہ طور پر اہلبیت وغربا و مساکین کے لئے وقف کر دیا گیا اور ایسے ہی رہتا چلا آیا۔ اور یہی عمل مصارف پر معاملہ فدک امام علی رضا متوفی ۲۰۳ھ تک پہنچا

پیغمبران اسلام کو معاملات میں ذاتی مفاد اور نفسانی خواہشات کا دخل نہیں ہوتا تھا

نفسانی خواہشات سے پاک ہونا پیغمبروں کی صفت تھی۔ اور وہ شخص جو نفسانی خواہشات کا غلام ہو۔ وہ رعایا کی نگاہ میں گر جاتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے کہ میں اس منصب پر دائمی طور پر فائز رہوں تو اس کی طبیعت میں رعایا کی حقیقی خدمت کرنے کا جذبہ کم ہو جاتا ہے۔ اور محض زبانی چاپلوسی ہی زیادہ رہ جاتی ہے اور وہ اپنے ڈھب کے آدمیوں کو اپنے ارد گرد جمع کرتا ہے۔ الغرض

اس کی ذات اس کا معبود بن جاتی ہے۔ اور وہ اسی میں مستغرق ہو جاتا ہے
اس سے رعایا کے دلوں میں اس کی نسبت حقارت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور نتیجۃً
اس کی حکومت میں فساد رونما ہو جاتا ہے (سورہ بقرہ ۱/۲ میں ہے وَمَا
كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا۔ حضرت سلیمانؑ کافر نہ تھے۔ البتہ شیاطین
کافر تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ و حسنینؓ خلیفہ و امام برحق تھے۔ لیکن شیعہ رافضی
زنارک تھے۔ چونکہ انہوں نے بحوالہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضۃ مطبوعہ نولکشور
ص ۱/۱۷ رافضی کا لقب اللہ سے پایا۔ اور امام حسین سے خلاصۃ المصائب مطبوعہ
نولکشور ص ۱/۵۶ میں وَقَدْ خَذَلَتْنَا شِيْعَتُنَا تحقیق رسوا کیا اور چھوڑ دیا ہم کو ہمارے
شیعوں نے" کا لقب پایا۔ چونکہ شیعہ نفسانی خواہش کے خواہاں تھے۔ اس
لئے یہ اپنے معتقدوں سے بھی دھتکارے گئے۔ ان کے خود ساختہ قوانین
مختصر شروع کتاب "حرف آغاز" میں پڑھیں۔ اسی لئے انہوں نے عہد
حضرت علیؓ میں خونریزیاں اور فساد کئے اور امام حسنؓ کے عہد اور مابعد میں
بھی یہی کچھ کیا۔ وجہ یہ کہ راعیوں کے دلوں میں ایسی رعایا سے نفرت پیدا ہو
گئی۔ وہ تقوی اور بے منتہ چاہتے تھے اور انہوں نے ان کو بد دعائیں اور ذلیل
سرٹیفکیٹ دئے جیسے اصول کافی کتاب الحج ص ۱۵۹ امام موسیٰ کاظم نے فرمایا۔
کہ اللہ نے شیعوں پر غضب کیا لیس اللہ کی قسم میں نے ان سے کنارہ کیا۔
نیرنگ فصاحت ص ۶۹ میں حضرت علی نے فرمایا۔ کہ میرا پروردگار میرے اور
تمہارے درمیان جدائی اور تفرقہ اندازی کر دے۔ اسی دعا کی وجہ سے
ان کے عمل حضرت علی کی طرح نہیں۔ معانی الاخبار ص ۵ میں شیعہ کو اہل باطل
نہج البلاغۃ ص ۹۸ میں اہل جہالت اور نہج البلاغۃ ص ۹/۹۵ میں فرقہ بندی کرنے
والا وغیرہ فرما کر خود (حضرت علیؓ نے) ان سے کنارہ کشی کی اور دوسروں کو

ان سے علیحدہ رہنے کی تلقین فرمائی)

کافی کلینی جلد ا ص۲۲۶ اِنَّ سُلَیْمَانَ وَرِثَ دَاوُدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا وَرِثَ سُلَیْمَانَ سے اور آیت بین الناس سے مراد یہ ہے کہ حضرت داؤد کو جب سلطنت ملی۔ تو اللہ پاک نے ان کو حکم دیا۔ کہ اس بڑے منصب خلافت کے فرائض بھی بڑے ہیں۔ کہ آپ رعایا کے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیں اور اس امر کو ملحوظ رکھیں۔ کہ حکومت کے معاملات میں ذاتی مفاد اور نفسانی خواہشات کا دخل نہ ہو۔ اور نہ ہی حکومت کو ذاتی منافع کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے۔ نہ اقرباء نوازی ہو۔ اور نہ ہی ناجائز دوست پروری۔ کیونکہ ایسا کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا کی راہ بتائی ہوئی راست روی سے بہک جاتا ہے۔ اور پیغمبری اور بادشاہی دونوں ختم ہو جاتی ہیں چنانچہ سورہ ص آیت ۲۶ میں حکم ہے یَادَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ یعنی اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے۔ اس لئے آپ لوگوں کے درمیان جو فیصلہ دیا کریں چاہیئے کہ وہ حق پر مبنی ہو۔ اور بادشاہ بنکر خواہشات کے پیچھے نہ لگ جانا اگر ایسا کرو گے۔ تو خدا کے بنائے ہوئے رستہ سے بھٹک جاؤ گے۔ اور وہ لوگ جو خدا کا راستہ ترک کر کے گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

نبوت اور بادشاہت دونوں اس دنیا کی سب سے بڑی نعمتیں ہیں کہ نبوت سے معرفت اور اعمال میں خوبی پیدا ہوتی ہے۔ اور بادشاہت سے قوم کے لئے تمام قسم کی ترقیات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور یہ قوم کو سر فرازی عطا کرتی ہے اور اس کو مرفہ الحال بناتی ہے۔ مگر پیغمبروں کو صرف حکم الٰہی

پر تعمیل کرنے سے سرد کار ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہوا و ہوس کی زنجیریں کاٹ کر آزادی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور پیغمبری اس کے بغیر میسر ہی نہیں آسکتی۔ اور نہ صحیح معنوں میں جذبات خلق اور امر بالمعروف کی انجام دہی میسر آسکتی ہے۔ اس لئے ہی خدا نے بزبان حضور مشرکین سے فرمایا قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (سورۃ ص ۲۳/۵ مکی) اور سورۃ شوریٰ مکی اور انعام ۳۰/۷ میں بھی یہ آیت ہے۔ ترجمہ:۔ (یا محمدؐ کہدو کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کسی قسم کا اجر (اجرت) نہیں مانگتا۔ نہ کچھ تکلف چاہتا ہوں۔ مگر شیعہ حضرات قرآن مجید کے معنے بھی خود غرضی پہ کرتے ہیں۔ یعنی میری اور میرے کنبہ کی مالی و جانی امداد کرتے رہنا جس کا گمان بھی حضورؐ پر کرنا کفر ہے۔ اور پھر کافروں کو مخاطب کر کے ایسے کہنا کہ یہ آیت مشرکین و کفار کو مخاطب ہے۔ بلکہ شیعہ حضرات کے عقیدہ کے خلاف حضورؐ نے پھر حدیث سے بھی واضح کر دیا۔ اور حضورؐ نے اللہ سے عرض کی کہ یا اللہ مجھے ایک دن کھانے کو دے اور ایک دن بھوکا رکھ تاکہ میں غریب رعایا کا قدر شناس بن جاؤں۔ اور بحوالہ بخاری و مسلم کہ حضورؐ کے گھر والے دو دو دن بھی جَو کی روٹی سے آسودہ نہیں ہوتے تھے (یعنی یہ بھی میسر نہ ہوتی تھی) یہانتک کہ حضورؐ نے دنیا سے کوچ فرمایا۔

حضورؐ کی بڑائی کی وجہ

شیعہ حضرات کے عقیدہ کے خلاف حضورؐ کی بڑائی کی وجہ مال و زر و زمین یا خلافت نہیں ہوئی۔ بلکہ حضورؐ کی بڑائی کی وجہ ان کی ذاتی صفات ہیں۔ نہ ہی لفظ خاتم النبیین ہیں۔ بلکہ جو صفات قوم نے مشاہدہ کیں کہ وہ بے نفس ہیں۔ اور قوم کے حقوق محفوظ ہیں۔ وہ امین ہیں اور یہ کہ وہ سلطنت کے مالک ہو کر بھی عزیز و اقارب کے لئے جائیدادیں اور جاگیریں وقف نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی دعوت کے مطابق

خود غرضی سے پاک ہیں۔ اور ان کی خدمات بے لوث ہیں۔ ان مشاہدات نے
ایک عالم کو حضور کا متوالا بنا دیا۔ جسطرح حضرت داؤد ؑ کو عدل قائم کرنے کا حکم
ہوا، تو اسی طرح ہی ہمارے حضور کو سورہ نساء آیت ۱۰۵ میں حکم ہوا۔ اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ
اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰٮكَ اللّٰهُ‌ ؕ وَلَا تَكُنۡ لِّـلۡخَآئِنِيۡنَ
خَصِيۡمًا۔ اے پیغمبر ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے آپ اس کتاب کے احکامات
کی روشنی میں عامۃ الناس کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلے صادر کیا کریں
اور خوب یاد رکھیں کہ خیانت کرنے والوں کی حمایت قطعاً نہ ہو۔ اب حضرات
سلیمانؑ و داؤدؑ اور حضور کو بین الناس کا حکم ہوا۔ کیونکہ کتاب۔ خلافت
بادشاہت۔ علم لدنی وغیرہ میں داؤد کے حضور کو درگو ہم مشرب تھے۔ اور مشابہ
حکومت و خلافت و پیغمبری و علم لدنی دونوں پیغمبروں کے عطا ہونے سے روایت
کافی کلینی مذکورہ اِنَّ سُلَيۡمٰنَ وَرِثَ دَاؤٗدَ وَاِنَّ مُحَمَّدً اوۡرِثَ سُلَيۡمٰنَ کی مرتبہ بین
الناس پر دی گئی ہے۔ اور بین الناس کی حکومت میں تمام قسم کے لوگ شامل
ہیں۔ کہ خویش و اقارب۔ مسلمان و یہود۔ منافق و کافر کے درمیان کوئی معاملہ ہو
تو انصاف پیش نظر ہو۔ اگر دوست و دشمن۔ حامی و مخالف میں معاملہ ہو تو حقیقی
انصاف سے کام لیا جاوے۔ یہ نہ ہو کہ اگر ایک انگریز اور ہندوستانی۔ گورے
اور کالے۔ ریلوے اور مسافر کے درمیان معاملہ ہو تو بغیر کسی استثنار کے ہمیشہ
انگریز ملزم کے حق میں ہی فیصلہ دیا جاوے جس طرح بعہد انگریز ہوتا رہا۔ مگر اللہ
نے وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى فرمایا کہ بین الناس کے وقت اگرچہ اپنا قریبی بھی ہو۔ تو
انصاف کو ہی مدنظر رکھا جائے۔ اور حضور نے بھی خویش و اقارب کے فیصلہ
کے وقت بھی یہی خدائی حکم سے فرمایا۔ سورہ انعام آیت ۱۵ میں ہے اِنِّىۡۤ اَخَافُ
اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ کہ میں قانون کی خلاف ورزی کر لے

سے خائف ہوں۔ اگر میں قانون کی خلاف ورزی کروں تو میرے لئے بھی سزا ہے ہے۔ کیونکہ یورپ کے شاہی خاندان کے افراد کو کسی جرم کے ارتکاب پر ماخوذ نہیں ہو سکتے تھے اور نہ ہی کسی جرم کی وجہ سے کچہری میں پیش کیے جا سکتے تھے۔ اور ان کے اسی عمل نے ہی چھوٹے راجاؤں۔ نوابوں۔ رئیسوں کو شہ دے رکھی تھی کہ وہ ہر بد اعمالی کر سکتے تھے لیکن کوئی گرفت نہ تھی۔ لیکن حضور نے مبعوث ہو کر بڑھ چڑھ کر پابندی کی اور اعلان کیا کہ اگر میں بھی خلاف ورزی کا مرتکب ہوں۔ تو میرے لئے بھی وہی سزا ہے (لیکن آجکل کے شیعہ پیر کیوں بغیر عمل کے سید کہلا کر خود کو نجات یافتہ لقصور فرما رہے ہیں) بعہد حضورؐ ایک یہودی اور مسلمان کا مقدمہ بابت لدہ بکتر پیش ہوا۔ تو یہودی بیگناہ ثابت ہوا۔ تو مسلمان کا حضرت عمرؓ نے تلوار سے سر جدا کر دیا۔ دوسرا مقدمہ ایک فاطمہ بنت قیس قریشیہ عورت پر چوری کا تھا۔ اسامہؓ نے بالیمائے قوم سفارش چاہی تو حضورؐ نے فرمایا وَاللہِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَہَا خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں زیدؓ کی عدالت میں بر استغاثہ منجانب ابی ابن کعبؓ حاضر ہوئے۔ اور حضرت علیؓ اپنے زمانہ خلافت میں قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوئے۔ اور یہی واقعات حاکم اور رعایا میں مساوات کرنے کے ذریعہ بنے۔ اور انہیں مشاہدات پر قوم مفتون ہوئی۔ کہ عدل و احکام میں اپنی اولاد و بیٹی تک بھی لحاظ نہ فرمائے۔

اب دنیا بھر کے بادشاہوں میں ایک یہ بادشاہ ہے جو اعلان کرتا ہے کہ اگر میں یا میرے خاندان کے افراد احکام کی خلاف ورزی کریں۔ تو ان کے لئے بھی سزا ہے۔ اسی پیروی پر حضرت عمرؓ نے اپنے گورنر مصر عمرو بن

عاص کے صاحبزادے کو ایک قبطی عیسائی کو پیٹنے پر مدینہ میں بلا کھیجا اور بر سرِ عام اس کو اس فعل پر سزا دی گئی۔ اس سے مصریوں کے دلوں میں عدل و انصاف کا سکہ بیٹھ گیا۔ دوسرے جبلہ بن ایہم بادشاہ کو جبکہ وہ اسلام لا کر طواف بیت اللہ کر رہے وقت اس کے لمبے پیراہن پر جو زمین پر گھسٹ رہا تھا۔ ایک بدو کا پاؤں پڑ گیا۔ تو جبلہ نے بدو کو طمانچہ مارا۔ بدو کی رپورٹ پر بادشاہ جبلہ کو طمانچہ مارنے کا حکم حضرت عمر نے فرمایا تیسرے اپنے لڑکے ابو شحمہ عبدالرحمن کو شراب و متعہ کی سزا بر سرِ عام دیکر ہلاک کر دیا۔ ایسی رنگ رلیاں منانے کی روک تھام کے لئے سختی کرنے پر یہودی نو مسلم شیعہ سبائی فرقہ حضرت عمر رضی کے مخالف ہو گیا۔ اور جان لیا کہ جس نے اپنے فرزند کا بھی لحاظ نہیں کیا وہ کب ہمیں عیش کرنے دیں گے۔ یہ صفات ہیں جن سے حضور اور ان کے صحابہ رض نے مرتبے اور بڑائی حاصل کی جن صحابہ کو شیعہ حضرات غیر منصف اور کافر و منافق قرار دیتے ہیں

حضورؐ نے باوجود بادشاہت کے اپنے نفس اور عزیزوں پر خرچ کرنے سے پرہیز کیا

حضورؐ نے بادشاہ ہو کر سادہ زندگی بسر کی۔ نہ تاج سر پر رکھا نہ بیٹھنے کے لئے تخت بنوایا۔ نہ لباس فاخرہ پہنا نہ باورچی خانہ کے اہتمام کی طرف کبھی توجہ دی۔ نہ برتن بنوائے۔ نہ اثاث البیت تیار کرایا۔ حالانکہ ازواج مطہرات کا تقاضا بھی ہوا۔ کہ ان کے آرام کے لئے پارچات زیورات مہیا کئے جاویں۔ تو جواب ملا۔ جو سورۃ الاحزاب ۲۱/۴ میں ہے کہ اگر تم میری بادشاہت دیکھ کر دنیاداری کی زندگی بسر کرنے پر آمادہ ہو۔ تو آؤ ہم آپ

کو مال دنیا دیکر رخصت کر دیتے ہیں اور اگر خدا اور رسول کی رضا مندی چاہتی ہو تو میرا نمونہ حیات اختیار کرو۔ حضورؐ نے ازواج مطہرات کا کوئی مطالبہ منظور نہ فرمایا۔ بلکہ زہد و تقوی اور کامل ضبط نفس کا سبق دیا۔ اسی طرح جب حضرت فاطمہ رضؓ نے کچھ مال مانگا۔ تو فرمایا اُعْطِیْکُمْ وَاَدَعُ اَھْلَ الصُّفَّۃِ وَ الْاَرَامِلِ وَبُطُوْنُھُمْ تَطْوِیْ مِنَ الْجُوْعِ کیا آپ کو مال دیدوں اور اہل صفہ اور بیوگان کو نظر انداز کر دوں۔ جنکے پیٹ بھوک کی وجہ سے پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور قوم کے اموال کو قوم پر ہی خرچ کرنا چاہتے تھے۔ نہ کہ اقرباء پر۔ حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عِنْدَ مَوْتِہٖ دِرْھَمًا وَّلَا دِیْنَارًا وَّلَا بَعِیْرًا وَّلَا اَمَۃً وَّلَا عَبْدًا۔ یعنی اس بادشاہ کی وفات کے وقت گھر میں نہ درہم تھا۔ نہ دینار اور نہ بھیڑ اور نہ ہی اونٹ نہ کوئی لونڈی اور نہ کوئی غلام۔ اور یہی اس زمانہ کے اموال کی اقسام تھیں اور حضورؐ نے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ پر عمل کر کے خود اور اپنے ازواج و اولاد سے کرا کر دکھا دیا۔ اور کسی کو نفسانی خواہشات میں ملوث نہ ہونے دیا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ہو جاویں۔ مگر شیعہ حضرات کا بیان اس کے مخالف ہے کہ کیوں نہ فدک حضورؐ نے حضرت فاطمہ رضؓ کو دے دیا۔

حالات جامعہ یونیورسٹی مدینہ شریف اصحاب صفہ

مسند امام احمد بن حنبل سے رسالہ مولوی دہلی رسول نمبر ۱۰ بابت ربیع الاول ۱۳۵۰ھ میں لکھا ہے۔ کہ مدینہ میں مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں ایک وسیع چبوترہ تھا۔ جس پر کھجور کے پتوں کا چھپر پڑا ہوا تھا یہی

اس یونیورسٹی کا کالج تھا۔ اور یہی بورڈنگ یہیں تعلیم ہوتی اور یہیں تمام طلبہ رہتے اور کھاتے پیتے تھے۔ تعلیم رات کے وقت ہوتی تھی۔ حضور پرنسپل اور حضرت عبادہ بن صامت اور چند دیگر اصحاب اس کے اساتذہ تھے۔ اس میں چار سو (۴۰۰) طلباء برابر حاضر رہتے اور تعلیم لیتے تھے۔ خاص طلباء کو حضور خود تعلیم عرفان کی تلقین فرماتے تھے۔ شرائط داخلہ یہ تھیں کہ اس میں وہی طالب علم داخل ہو سکتا ہے جو علائق دنیوی سے آزاد ہو اور رات دن وہیں رہے۔ جس کی شادی ہو جاتی تھی۔ اسے اس یونیورسٹی سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ اس کے طلباء قراء کہلاتے تھے۔ جب جامعہ صفہ میں گنجائش نہ رہتی تو کچھ طلباء کو دوسری جگہ بھی برائے تعلیم منتقل کر دیا جاتا تھا۔ بروایت حضرت انس اس میں ستر ۷۰ ایسے طلباء تھے جو رات کو ایک دوسرے معلم کے پاس تعلیم لینے جاتے تھے۔ ان کو معہ اسرار و معانی و شان نزول وغیرہ سب کچھ سکھایا جاتا تھا۔

طلباء صفہ سب کے سب غریب نادار تھے کہ جن کو دو دو دن مسلسل فاقے ہوتے تھے اور بعض اوقات نماز میں شدت جوع سے نڈھال ہو کر گر پڑتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے اور بعض کے ایک ہی کپڑا ہوتا تھا۔ جو گلے میں باندھ کر گھٹنوں تک چھوڑ دیتے تھے۔ مگر تعلیم سے فرصت پا کر لکڑیاں چن لاتے تھے اور بازار میں فروخت کر کے نصف راہ مولا دے کر اور نصف سے گزارہ کرتے تھے۔ یہ ستون دین تھے جو یہاں سے ڈگری اور سند حاصل کر کے ممالک اسلامیہ میں برائے تعلیم دین پھیلائے جاتے تھے۔ حضور کو ان کا فکر اپنی اہلیان اور اولاد سے بھی زیادہ دامنگیر رہتا تھا۔ کہ یہی مقصود نبوت ہیں۔

اہلبیت کا ورثہ صبر، شکر اور معاف کر دینے اور بخشش کرم

دینے کا ہے کافی کتاب الروضہ ص۱۴۴/۱۴۵ میں امام رضا سے روایت ہے کہ ہم اہلبیت نے ورثہ حضرت یعقوبؑ سے بخشش کرنے اور معاف کر دینے کا پایا ہے۔ اور تابعان داؤد سے شکریہ کا اور تابعان ایوبؑ سے صبر کا ورثہ پایا ہے) پھر کیا وجہ ہے کہ یہ تینوں باتیں شیعوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اور امامت خلافت فدک وغیرہ پر خدا کی رضا پر شاکر و صابر نہیں۔ جبکہ یہ امر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں بھی فدک نہ لیا۔ اور بدستور سابقہ عمل حضور وصحابہ پر ہی رہنے دیا۔ اس طرز عمل (علیؓ وحسنؓ) پر شیعوں کی زبان بندی ہو گئی ہے۔ چنانچہ

بعہد جناب امیر فدک پر بھی طریقہ حضورؐ جاری رہا

اصول کافی کتاب الروضہ ص۲۹/۳۰ میں خطبہ جناب امیرؑ کی طرف سے درج ہے۔ ترجمہ از عربی:۔ جناب امیرؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ جبکہ آپ کے گرد آپکے اہل بیت اور خواص شیعہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ پہلے خلیفوں نے مجھ سے پہلے ایسے کام کئے ہیں۔ جن میں رسول خدا کی مخالفت کی گئی ہے۔ اور دانستہ خلاف کیا ہے اور عہد توڑا گیا ہے۔ رسول کی سنت تبدیل کی گئی ہے اور اگر میں لوگوں کو وہ کام چھوڑنے کے لئے کہکر اصلی حالت پر لانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ رسول کے وقت تھا تو میرا لشکر مجھ سے علیحدہ ہو جائے اور میں صرف اکیلا رہ جاؤں یا چند شیعہ رہ جائیں۔ جو میری فضیلت اور میری حکومت خلافت وامامت کی فرضیت قرآن اور حدیث سے جانتے ہیں۔ اگر میں کہوں کہ مقام ابراہیم اس طرح کر دیا جاوے جیسا کہ حضور کے وقت تھا۔ اور باغ فدک جو فاطمہؓ کو واپس دلا دوں۔ اور چوہا یعنی صاع وہی کر دوں جو رسول کے وقت تھا۔ اور

(دولوں) متعہ کی حلت کا فتویٰ دیدوں اور پانچ تکبیر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دوں تو لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں۔ بخدا میں نے لوگوں کو کہا۔ کہ ماہ رمضان میں بغیر نماز فرض کے جمع نہ ہوں (نماز تراویح نہ پڑھیں) اور میں نے انہیں بتایا کہ نماز نوافل (تراویح) کے لئے جمع ہونا بدعت ہے تو میرے سپاہیوں نے جو میرے ساتھ مل کر لڑائی کر رہے ہیں۔ منادی کرادی۔ کہ اے مسلمانوں حضرت علیؓ عمرؓ کی سنت کو بدلنا چاہتے ہیں۔ اور ہمیں ماہ رمضان میں نماز (تراویح) نفل پڑھنے سے روکتے ہیں"

خطبہ مذکورہ سے ثابت ہوا ہے کہ حضرت علیؓ خوف تفرقہ سے نہ تو فدک ورثاء فاطمہؓ کو دلا سکے۔ نہ متعہ جیسے کار ثواب عمل کا رواج دے سکے۔ نہ پانچ تکبیر نماز جنازہ لوگوں کو پڑھا سکے۔ نہ بدعت تراویح کو ہی موقوف کر سکے۔ نہ ہی قرآن شریف خود جمع کردہ کو مروّج کر سکے۔ نہ گروہ قاتلان عثمان یعنی مالک بن اشتر وغیرہ کے کو باز پرس کر سکے اور نہ ہی اپنے شیعوں پر تسلط جما سکے۔ نہ ہی امیر معاویہؓ کو بادشاہت سے ہٹا سکے۔ آپ کی ایسی شتر بے مہار رعیت نے بیعت ہو کر خود حضرت علی کو (بحوالہ جلاء العیون شیخ مفید اردو ص۱۹۹ عبدالرحمن بن ملجم مرادی شیعہ خارجی مرید نے در مسجد کوفہ میں شہید کیا اور جس کی پیشینگوئی بحوالہ جلاء العیون اردو ص۲۲۲ کہ جس شہر میں علی بن طالب ہجرت کریگا وہ شیعوں کا شہر اور ان سے شہید ہو گا۔ جسکی اطلاع شہادت کی امام حسن نے مدائن میں امام حسین کو بحوالہ فروع کافی جلد ا ص۱۱۹ روانہ کی) اور امام حسین کو دھوکے سے خطوط لکھ کر بحوالہ جلاء العیون جلد ۲ ص ۸۶/۸۷ مطبوعہ مجلس لکھنو منگوا کر شہید کروا دیا۔ اور الٹے وہی طریقہ ہائے مروجہ اصحاب ثلاثہ جن پر شیعہ معترض ہیں جاری رہے۔ اور اپنے اقرباء کو عہدے قلمدان خلافت سنبھالتے ہی حضرت علی نے دیدیئے۔ اور

سابقہ والیان ریاست امیر معاویہؓ متوفی سنہ ۶۰ھ طلحہ متوفی سنہ ۳۶ھ عمرو بن
عاص کو معزول فرما دیا حالانکہ مغیرہ بن شعبہ نے صلاح دی تھی۔ کہ فی الحال مقررہ
عاملان کو معزول نہ فرماویں اور بحوالہ نجم الہدی شیعیہ صفحہ ۲۱۲ اثاثہ عثمان رضہ کا
تمام مال قبضہ میں کر لیا۔ اور بحوالہ اصول کافی کتاب الروضہ صفحہ ۸۶ وَ تَسَنَّنُوا
بِسُنَّتِكَ یعنی سنی ہوئے ساتھ سنت (حضور) آپکی کے اور بحوالہ رسالہ تبرا
مطبوعہ یوسفی دہلی صفحہ ۱۵ اَنَا وَاللّٰهِ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ یعنی خدا کی قسم کہ قطعی
طور پر ہیں اہلسنت جماعت ہوں۔ اسی لئے نہ ہی نماز آجکل کے شیعوں کی
طرح پڑھی اور بحوالہ فروع کافی جلد ا صفحہ ۱۱۹ حضرت امام حسینؓ اور امام حسنؓ نے
(شہادت علی رضہ) کی اس خبر وحشت اثر کو سنکر ذرہ بھر بھی رونا پیٹنا نہ کیا بلکہ صبر و
شکر سے کام لیا اور فرمایا کہ حضور کی وفات سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے کوئی
مصیبت نہیں پھر جب اپنے وصال پر حضورؐ نے حضرت فاطمہ کو بحوالہ جلاء العیون
اردو جلد ا صفحہ ۶۶ و صفحہ ۶۷ و صفحہ ۷۵ فروع کافی جلد ا صفحہ ۱۲۱ و جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ لسند امام محمدؒ
باقرؒ وغیرہ گریہ نوحہ و ماتم وغیرہ سے منع فرمایا اور صبر کی تلقین کی نہ اپنی شہادت
پر ہی تعزیہ نکالنے کا حکم دیا۔ الغرض جو بدعات پہلے خلفائے ثلاثہ نے جاری کر
رکھی تھیں سابق پر ہی کاربند رہے اور خلفائے ثلاثہ کی فوتیدگی پر بھی وہی احکام بدستور
سابقہ جور و جفا کے باوجود خود مختار خلیفہ ہونے کے نافذ رکھے۔ اور شیعہ حضرات کو
حضرت علیؓ کی خلافت سے فائدہ ہی کیا پہنچا۔ اور کیا ہی فائدہ ان کو خلافت بلافصل
ملنے پر پہنچا تھا۔ جو کہ بعد میں آپ کو ملا۔ الٹا خلیفہ بلافصل ہونے پر حضور کی سنت
و طریقہ کی ادائیگی میں تمام گھر کا سامان بھی بیت المال کو یا للہ دینا پڑتا۔ جیسے
صحابہ نے عمل کیا۔ اس حالت میں پہلے نقصان ہی خلافت لینے پر تھا مگر بعد
میں آپ کا ترکہ خلیفہ الخارج حضرت امام حسن کے قبضہ میں آیا۔ زندگی خلفاء

ہیں تیغ صدیقی رضؓ اور درہ عمر رضؓ کا شیعہ لوگوں کو خوف تھا۔ ان کے بعد اب کس کا کھٹکا تھا کہ وہی بدعتیں عہد حیدری میں بھی جاری رکھی رہیں اور جناب امیر رضؓ بھی اصحاب ثلاثہ کے ہی نقش قدم پر چلتے رہے اور جناب امیر رضؓ کے خطبوں کا بھی شیعوں کو کوئی اثر نہ ہوا۔ نہ ہی تلوار حیدری سے ڈرے اور راہ راست پر نہ آئے اور بحوالہ نیرنگ فصاحت ص۸۰ ترجمہ نہج البلاغۃ مصنفہ حضرت علی رضؓ نے شیعوں کو فرمایا خدا تمہارے چہروں کو خوار و ذلیل کرے تمہار اقبال اور مقدر کو پست کر دے۔ تم بدبخت ہو جاؤ وغیرہ ایسے ہی نیرنگ فصاحت ص۶۹ ص ۱۳/۱۳۱ و ص۱۳۲ اور اصول کافی کتاب الحجہ ص۱۵۹ پر امامین نے ان کو بد دعائیں دی ہیں۔ اور بحوالہ جلاء العیون اردو ص۲۶۸ امیر معاویہ رضؓ سے صلح کرنے پر حضرت امام حسن کی چادر شیعوں نے بلوہ کر کے دوش مبارک سے اتارلی۔ اور نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ حضرات شیعہ حضرت علی سے لیکر آج تک نتر بے مہار ہی چلے آرہے ہیں۔ اور کسی کی پابندی کو لازم نہیں پکڑا۔ اور اپنی فرضی اور مصنوعی ایجادات کو ہی دین سمجھے بیٹھے ہیں

شیعہ کہتے ہیں کہ فدک حضرت علی نے اسلئے واپس نہ لیا کہ غصب شدہ چیز کا لینا درست نہیں ہے۔

جواب:۔ مقدمہ فدک اس لئے پیش نہیں ہو اتھا۔ کہ خلفاء غاصب الفدک تھے۔ نہ بروئے میراث بلکہ جانشینان حضور کو حضرت فاطمہ رضؓ نے ثابت کرنے کے کہ یہ احکام الوصایا حضور کے ہیں۔ مقدمہ دائر کیا تھا۔ اور اگر حضرت علی نے مغصوبہ باغ فدک واپس نہ لیا۔ تو پھر خلافت مغصوبہ

حضرت علی نے کیوں واپس لے لی۔ کیا اس میں حضرت علی کا ذاتی فائدہ تھا۔ اور فدک میں بنی فاطمہؓ کا فائدہ تھا۔ اس طرح تو دیدہ دانستہ ورثار بنی فاطمہؓ کی حق تلفی کی گئی۔ کیا حضرت علیؓ نے آیت فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (انعام $\frac{8}{19}$) نہ پڑھی تھی۔ کہ انصاف کو مد نظر رکھو اگرچہ قریبی ہی ہو۔ پھر حضرت علیؓ کے بعد حضرت امام حسن نے بھی فدک واپس اپنے زمانہ خلافت میں نہ لیا۔ کہ خود با اختیار خلفار دونوں تھے۔ اب امام حسن کے باغ فدک واپس نہ لینے کا بھی کوئی بہانہ بنا لو۔ حالانکہ انہوں نے حکم قرآن و احادیث و عمل حضور و عمل صحابہ کو بحال رکھا اور ان کا فیصلہ اٹل سمجھا۔ اور امر آیت وصیت میراث میں حضور مامور نہیں۔ کیونکہ اللہ پاک نے حضور کو اپنے برابر احکام میراث میں حاکم الوصایا مقرر فرمایا ہے۔ مثال جس طرح اللہ پاک نے ۱۸ ہزار عالم اور عرش و کرسی زمین و آسمان جنت و دوزخ وغیرہ کو پیدا فرمایا ہے۔ مگر کسی چیز کسے غرض یا منافع کی طمع و توقع نہیں رکھی۔ کہ وہ غنی الحمید ہے۔ اسی طرح اپنے حبیب پاک کو سب علم و خلافت کے اختیار دے کر بے غرض کر دیا ہے۔ کسی وارث یا دنیاوی مال کی طمع نہیں رہنے دی۔ مگر روزی قوت لایموت سے تجارت کر کے مہیا فرماتے تھے*۔ لہٰذا ادعیان اثبات میراث و صدقات نبوی کے لئے یہ آیت سند فدک کے لئے نہ رہی۔ جو کہ فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (سورۃ نساء مدنی $\frac{6}{24}$) اور وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (بنی اسرائیل مکی $\frac{15}{3}$) اس سے حضور نے کسی حکم قرآن مکی و مدنی پر عمل کر کے فدک ورثار کو تقسیم نہ فرمایا۔ نہ ہی حضرت فاطمہؓ کو اگر دیا ہوتا۔ تو حضرت فاطمہؓ کو دعوے کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ حضور کا ان احکام پر عمل فرما کر تقسیم ورثار کو نہ فرمانا اس سے شیعوں کے نزدیک انکار نبوت ہے۔ حالانکہ حضور ان احکام سے مستثنیٰ تھے۔ ورنہ طامع دنیا

* اسی طرح ہی حضرت سلیمان ع کی روایت کافی کلینی جلد اول ص ۱۲۴ کی حدیث مذکورہ سے دی گئی ہے۔ علم خلافت دے کر بے غرض کر دیا مگر خود روزی زنبیل بنا کر فروخت کر کے مہیا فرماتے تھے۔

ہونے کا بہتان حضور پر آئے گا۔ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
(النساء ۱۳) یہ حدیں اللہ کی سب پر ترتیب وار جاری ہیں تو بلحاظ حاکم الحدود
ہونے کے حضورؐ محکوم امور وصیت المیراث میں نہ رہے۔ اگر باغ فدک ابوبکرؓ
بروئے قانون امت لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ (النساء مدنی ۷) اور يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ
فِيْ اَوْلَادِكُمْ (النساء مدنی ۱۱) بحوالہ جناب سیدہ فاطمہ فرماتے۔ اور حضرت ابوبکرؓ
وعمرؓ بھی حضرت عائشہؓ وحفصہؓ کا حصہ لیتے۔ اور باقی حقدار بھی۔ مگر اس طرح قول
وفعل حضور اور حکم الٰہی سورہ حشر ۲۸/۱ کے مخالف ہوتا۔ اور نہ ہی کوئی وصیت حضورؐ تھی۔
اگر کوئی کہے کہ تھی۔ تو ثابت نہ ہو سکی۔ اور نہ ہی کوئی گواہی پیش عدالت باضابطہ
کر سکے۔ اور سب لوگ ابوبکرؓ پر اس طرفداری وخودغرضی سے مخالفت اور بد
ظن اور خلاف پیغمبر عمل سے طعن ابوبکر کو دیتے۔ اور مقدمات میں رعایت
کا عذر طرفداری ناجائز کی وجہ سے عوام دیتے۔ اور اس طرح بھاری فساد رونما
ہوتا۔ اور قیامت تک بادشاہ اور قاضی اس فیصلہ طرفداری اور بارعایت حکم
کے فیصلہ پر عمل کرتے اور ہمیشہ مقدموں میں رعایت کرنے کی سند ٹھہراتے
اور ہر بادشاہی میں یہ قانون ورواج صدقہ ملکیت میں شامل کر لینے کا قیامت
تک جاری رہتا۔ اگر فدک بلحاظ تقسیم ورثاء قریباً ۲۱ کو فرما دیتے تو دین میں خرابی
اور قرآن اور حکم نبی کی مخالفت ہوتی۔ اور اگر تمام ورثاء کو تقسیم نہ ہوتا اور واحد
حضرت فاطمہؓ کو دیدیتے۔ تو بھی مخالف حکم قرآن ونبی تھا۔ لقول شیعہ حضرات
اگرچہ چند دن جناب سیدہ راضی نہ ہوئیں تو ابوبکرؓ نے بعد میں راضی کر لیا (بحوالہ رضا
النفرہ۔ مدارج النبوۃ۔ حجاج السالکین اور اصول کافی صـ ۳۵۵ ولمعۃ البیضاء صـ ۱۵۳)
مگر اس فیصلہ ناحق کا تدارک قیامت تک بھی ناممکن تھا۔ جو امام علی رضا متوفی
سنہ ۲۰۳ھ تک اسی حالت میں پہنچا۔ مگر کسی نے تقسیم نہ کیا۔ اور اہل بیت کے مشترکہ

طور پر کام آتا رہا۔ کیا ان میں سے کسی بھی امام صاحب نے شیعہ حضرات کے مقصد کو نہ سمجھا تھا۔ جس کو آجکل کے شیعہ لوگ سمجھ رہے ہیں البتہ فدک مروان بن حکم (پیدائش ۲ھ متوفی ۶۵ھ) نے ۶۵ھ میں بنو امیہ کو دیا۔ تو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ نے پھر بنو ہاشم کو دے دیا۔ اور خلیفہ مامون رشید ۱۹۸ھ کے عہد میں بھی یہی مصرف رہا۔

ہبہ فدک کا قصہ تراشنا

اصول کافی ص ۳۵۵ میں ہے۔ امام ابوالحسن نے کہا۔ خدا نے رسول پاک کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کیے۔ جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی۔ تو خدا نے آیت وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ (سورہ بنی اسرائیل مکی $\frac{15}{3}$) نازل فرمائیں۔ یعنی (اے پیغمبر) دے رشتہ داروں کو حق اس کا۔ تو حضور کو معلوم نہ ہو سکا کہ ذَاالْقُرْبٰی سے کیا مراد ہے پھر حضور نے اس کے متعلق جبرئیل سے دریافت فرمایا۔ اور جبرئیل نے رب العزت سے دریافت فرمایا۔ تو خدا نے وحی بھیجی (کہ مطلب یہ ہے) کہ فدک فاطمہؑ کو دیدیجیے۔ تب رسول نے بلا کر فرمایا۔ فاطمہؓ! خدا نے حکم دیا ہے کہ فدک تجھے دیدوں۔ فاطمہؓ نے کہا۔ میں نے خدا اور رسول سے یہ عطیہ قبول کیا۔

جواب

شیعہ حضرات کبھی فدک ملکیت حضرت فاطمہؓ قرار دیتے ہیں کبھی آپ کو بطور ہبہ ملنا کہتے ہیں اور کبھی وراثتاً ترکہ میں آنا کہتے ہیں اگر فدک حضور کی ذاتی ملکیت ہوتی۔ تو یہ حدود وراثت قابل اجرا ہو سکتی تھی۔ اب تینوں بالکل متضاد بیانات ہیں۔ پہلے ان میں سے ایک پر ان کو قائم ہونا چاہیے۔ دوسرے قرآن جمع کردہ عثمان رضہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ ان کو اپنا قرآن جمع کردہ حضرت علی رضہ استعمال کرنا چاہیے۔ کہ جس چیز پر ان کو خود ہی یقین نہیں تو اس کا حوالہ کبھی نہ دینا چاہیے۔ تیسرے مکی مدنی آیات کو نہیں دیکھتے۔ چوتھے

شان نزول کا علم نہیں رکھتے - نہ ہی اس وقت کی ضرورت نزول آیت کو مدنظر رکھتے ہیں - ہیبہ کے لعدورانتا آیت کا دعوے کرتے ہیں - مگر دونوں ہیں آخر کار فیل ہوجاتے ہیں -

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا -

(سورہ بنی اسرائیل ۱۵/۳ مکی) (اے پیغمبر) دے رشتہ داروں کو حق اس کا - اور مسکینوں مسافروں کو اور مت بیجا خرچ کر بیجا خرچ کرنا - تبویب القرآن صہ ۱۶۹ میں اس کے یہ معنی لکھے ہیں کہ اگر بھائی - بہن - ماموں - خالہ - بھانجا - بھتیجا وغیرہ ناطے والے محروم ہوں - کہ جن سے نکاح حرام ہے اور مفلس ہوں - تو مالداروں پر ان کا کھلانا پلانا حنفی طریقہ پر واجب ہے - اور غیر محرم ہوں تو مستحب ہے - دوسری آیت فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (سورہ روم ۲۱/۴ مکی) (اے پیغمبر) ناطے والوں کو اس کا حق دے اور محتاجوں اور مسافروں کو اس کا حق جو لوگ خدا کا (منہ) دیدار دیکھنا چاہتے ہیں - ان کے لئے بہتر ہے (کہ انہیں دیں) تبویب القرآن صہ ۱۸۵ پر ہے کہ اس مکی آیت سے مراد نفلی صدقہ کا ہے - کیونکہ بحکم قرآن زکوٰۃ روزہ - قربانی مدینہ میں جاکر فرض ہوئی تھی - اور مکہ میں مسلمانوں کے پاس ہی کیا دھرا تھا - کہ اس کی زکوٰۃ اور قربانی دیتے - اور اس سے ناطے والے جن سے نکاح حرام ہے - اگر وہ محتاج ہوں تو ان کو کھلانا پلانا فرض ہے - ان آیات کے نزول کا مقصد مندرجہ ذیل غریب مسلمانوں کی امداد کا تھا -

شان نزول آیات مذکورہ وَاٰتِ کا نزول مکہ شریف میں قبل از ہجرت (اور ہجرت حضور شب سوموار یکم ربیع الاول ۱۳ سنہ نبوت واقع ہوئی تھی) آٹھ ماہ ۱۲ سنہ نبوت میں ہوا تھا - اور اس سے چند سال

قبل کا حال زمانہ بعثت نبوت کا احادیث متفقہ وکتب تواریخ فریقین سے پایا جاتا ہے کہ اسلام لانے والوں پر مکہ شریف میں سخت مصیبتوں کے بادل چھا رہے تھے اور ان کو کفار و مشرکین مکہ ابولہب وغیرہ نے بمشورہ قریش بحوالہ تاریخ اسلام شوق امرتسری ۶۱۶ء نبوت کے ساتویں سال بائیکاٹ کر کے دامن کوہ شعب ابوطالب میں محصور کر دیا تھا۔ اور سخت پہرہ لگا دیا گیا۔ اور تمام مسلمان معہ حضورؐ اس دوگونہ عذاب قید و محصوری میں عرصہ تین سال تک رہے۔ مشرکین کا مقصد اس سے یہ تھا۔ کہ یہ نیا مذہب اختیار کرنے والے بھوک وغیرہ کی سختیوں سے تنگ آ کر اپنے نئے دین اسلام سے منحرف ہو جائیں گے۔ مگر یہ غریب نومسلم اس کڑے امتحان میں پاس ہو گئے۔ اور اللہ نے اپنے حبیب کے دوستوں کو اس شعب کی کسوٹی سے پرکھ لیا اور تب عہدنامہ بائیکاٹ والہ کو دیمک سے ملیامیٹ کرا دیا۔ اور ظاہراً زبیرؓ مطعمؓ۔ زمعہؓ کی کوششوں سے مسلمانوں کو سنہ نبوت میں آزادی ہوئی۔ تو حضرت خدیجہ و ابوطالب کا اس کے بعد انتقال ہو گیا۔ اس لیے اس سال کو عام الحزن کے نام سے پکارتے ہیں۔ پھر بعد آزادی بھی ان پر طرح طرح کی مصیبتیں روا رکھی گئیں۔ جو دھواں ناکوں میں۔ دھکتے ہوئے کوئلوں پر اور تپتی ہوئی ریت پر لٹانا۔ بوریوں میں بند کر کے گھسیٹنا۔ گالیوں تالیوں سے آزار دینا۔ اوجھ گلے میں ڈالنے۔ ٹوکری کوڑا کرکٹ کی۔ رسیوں۔ کوڑوں۔ کیچڑ۔ اینٹیں مارنا اور ڈالنا پاگل و مجنون ساحر و جنون کہنے سے خدمت مسلمانوں کی ہونے لگی۔ گو ان تکلیفات کے بعد مطعم بن عدی نے حفاظت کا وعدہ کیا۔ اس دستہ اسلام میں نومسلم غریب، قرابتی غیر قرابتی معہ حضور مصیبتوں کا شکار ہوتے رہے۔ مگر ہر کمالے را زوال کے مصداق اُوْذُوْا فِي سَبِيلِي (آل عمران پ۴) جب ہر طرح کی تکلیفات سے نومسلم آزمائے گئے اور ان میں حضور کی محبت اور اللہ کی محبت غالب و

متجاوز پائی گئی تو اللہ پاک نے ان مسلمانوں کو بوجہ کفار و مشرکین سے آزاد کرانے کے لئے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ کا حکم مکہ شریف میں دیدیا اور یہ دو حکم یکے بعد دیگرے مذکورہ آیات کے صادر فرمائے کہ رشتہ داروں مسکینوں ۔ مسافروں کی خبر گیری کرو اور مت بیجا خرچ کرنا ۔ کیونکہ ان غریب مسلمانوں کا قصور تو صرف یہی ہے کہ آپ کی محبت میں ایمان لائے اور اسی وجہ سے تکلیفات برداشت کیں ۔ قیدیں کاٹیں ۔ بے یار و مددگار ہوئے ۔ کیونکہ عوام نے ان سے بائیکاٹ کر دیا تھا ۔

وجوہات مخالفت قریش

سب سے بڑی یہ بات تھی کہ نظام حج کے چند مختلف شعبوں کی تولیت حرم و کلید برداری سے چند کس اسلام لا چکے تھے ۔ حضرات عباس ۔ حمزہ ۔ ابوبکر ۔ عمرؓ وغیرہ جو حجاج و قبائل کی فیاضانہ میزبانی کرتے تھے ۔ اس سے سیاسی طور پر قریش کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا ۔ سوچا کہ اگر چند سال یہی سلسلہ رہا تو یہی لوگ برسر اقتدار آجائیں گے ۔ پھر عرب میں بتوں کا نام لیوا بھی ایک نہ رہیگا ۔ اور تمام سیاسی وقار محمدؐ کے ہاتھ میں چلا جاویگا ۔ اس لئے انہوں نے اذیت پر کمر باندھی ۔ اور ظلم و قید اور بھوک کی تکلیفات میں رکھنے کے لئے معاہدہ مرتب کر کے در کعبہ پر آویزاں کر دیا ۔ جس میں پانچویں شرط یہ تھی کہ جب تک حضور اپنی مرضی سے مسلمانوں کو قتل کے لئے ہمیں نہ دیدیں یہ مقاطعہ برابر قائم رہیگا

حضور کے ان مسلم ساتھیوں میں قرابتی و غیر قرابتی حضرات بھی تھے ۔ قرابتی نسبی تعلقات سے اور غیر قرابتی روحانی تعلقات سے تھے ۔ چونکہ نسب عملوں کے بغیر غیر مفید اور بیکار ہوتا ہے اور روحانی تعلقات سے ہی قائم

رہ سکتا ہے اس لئے اللہ پاک حضور و ائمہ کرام اہلبیت نے روحانی تعلقات کو افضل مانا ہے کہ نسب کے ساتھ روحانی تعلق بھی ہو۔ تب ہی یہ فائدہ مند ہو سکتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات ۲۶/۲) جیسے سام بن نوحؑ کو پیغمبر زادہ ہونے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور ابوجہل اور ابولہب وغیرہ کو نسب نے کچھ امداد نہ کی اور حضرت بلالؓ کو باوجود حبشی غلام ہونے کے مگر روحانی تعلقات محبت نے لب بام تک پہنچا دیا حضرت سلمان فارسی۔ حضرت صہیب رومی بھی غلام ہی تھے۔ جو عمل کر کے آقا بن گئے۔ اور بحوالہ رسالہ مولوی دہلی شہید نمبر ماہ محرم ۱۳۵۳ھ ص۶۹ حضرت زینب ہمشیرہ امام حسینؓ نے عونؓ و محمدؓ اپنے بیٹوں کو خیمہ کربلا سے باہر میدان جنگ میں وداع کرتے وقت برائے جہاد تاکیداً وصیت فرمائی تھی۔ خبردار خبردار دیکھو بھوک پیاس میں ہلکی زبان سے زینب کا نام زبان پر نہ آئے۔ بلکہ دریافت صرف اتنا کہنا کہ ہم امام حسینؓ کے غلام ہیں۔ اور ہماری ماں بی بی جنت خاتون حضرت فاطمہؓ اور شیر خدا کی لونڈی ہے اس سے واضح ہوا۔ کہ غلامی روحانی ہی حضور کی نجات کا باعث ہے۔ مگر صرف فرق اتنا ہے کہ سید کو دوگنا ثواب و عذاب ہے (بحوالہ سورۃ الاحزاب ۲۲/۱ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ اے نبی کی بیبیو) اور نسب اور روحانی تعلقات والے حب طریقہ حضور پر گامزن ہوں تو نور علی نور ہو جاتے ہیں۔ اور ایسی اولاد حضور کی تعظیم کرنا واجب ہے

ذات کے فرمان پر فدائی اسلام حضرت ابوبکرؓ نے ۔۴ ہزار درہم خرچ کر کے فوراً غریب نادار ۹ نو مسلموں کو یکدم آزاد کرایا اور حتی الوسع دوسرے دل کی امداد فرمائی۔ تفریح الاذکیا (جلد ۲ ص۲۶۱) اور سیرت ابوبکرؓ مصنفہ نواب صدر یار جنگ ص۱۲۷ اور استیعاب ص۳۴۲ و ابن ہشام ص۱۷۰ و رحمۃ للعالمین ص۶۰

(شاہنامہ اسلام جلد ا ص ۱۷۹ سیرۃ النبی ص ۲۱۳) ہیں ان کے نام یہ درج ہیں۔
عامر بن فہیرہ غلام۔ ابو فکیہہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ امیہ ان کا گلا گھونٹتا
مارتا گھسیٹتا۔ سینے پر بھاری پتھر رکھتا۔ کہ زبان باہر نکل آتی۔ مگر اسلام سے نہ
لوٹے۔ خباب بن الارت تمیمی غلام۔ ام انمار (ان کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر
لٹایا گیا تھا۔ اور ان کے سر کے بال کھینچے جاتے تھے۔ گردن مروڑی جاتی تھی
گرم پتھروں سے داغ دیا جاتا تھا) مسماۃ نہدیہ کنیز لبینہ ایک کنیز تھی۔ ابھی
عمر ایمان نہ لائے تھے ان کو مارتے خود تھک جاتے مگر اسلام نہ چھوڑا۔ زنیرہ
کنیز۔ ام عبیس فرقہ بنی عدی کی سے جو بنی عدیل کی لونڈی تھی۔ ابو عبیدہ بن جراح
حضرت بلالؓ غلام امیہ بن خلف اور بہت سے بحوالہ سیرۃ النبی ص ۲۱۵ ابو بکر نے
غلام آزاد کرائے۔ حضرت یاسر اور ان کے بیٹے عمار اور انکی بیوی سمیہ مسلمان ہو
گئے تو ان کو عذاب شدید پہنچائے گئے۔ ان عذابوں میں مبتلا دیکھ کر حضور نے فرمایا
اِصْبِرُوْا آلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃُ ترجمہ یاسر والو صبر کرو۔ تمہارا انعام
جنت ہے۔ ابو جہل نے سمیہؓ کی اندام نہانی میں نیزہ مارا اور وہ تڑپ کر فوت
ہو گئیں۔ صہیب رومی کے والد سنان ابلہ کے حاکم کسریٰ کی طرف سے تھے
رومیوں کے حملے سے سب تباہ ہو گئے اور صہیب کو ایک عرب نے خریدا۔ عبد اللہ
بن جدعان نے روپیہ دے کر خریدا اور آزاد کر دیا۔ یہ مسلمان ہو گئے۔ جو یہ دوسری دفعہ
کی ہجرت حبش میں شامل ہو گئے۔ اور اسی طرح ہی ان مسلمانوں پر بھی سختی کے دن

ؔ صحیحین میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور کے پاس آیا۔ اور اپنی محتاجی کا حال بیان
کیا حضور نے اپنی بیبیوں سے پچھوا بھیجا۔ وہاں کچھ نہ نکلا تو ابو طلحہ نے کہا یا رسول اللہ میں اس کو
لے جاتا ہوں اور کھلاتا ہوں۔ ابو طلحہ اس کو گھر لے گئے اور اپنی بی بی سے کہا کہ یہ حضور کا مہمان ہے
اس کی خاطر کر اور کوئی چیز اٹھا نہ رکھ۔ ان کی بی بی نے کہا قسم خدا کی میرے پاس تو صرف بچوں
کا کھانا ہے ابو طلحہ نے کہا تو ایسا کر جب رات ہو تو بچوں کو بن کھانا کھلائے (باقی بر ص ۸۴)

تھے۔ جو قبل از ہجرت حضورؐ کے مدینہ ۱۳ سنہ نبوت میں ایمان لا چکے تھے۔ یا وہاں پہلے جاکر سکونت اختیار (یعنی ٹھکانا بنا لیا تھا) ہجرت کر کے کر لی تھی وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ (حشر ۲۸/۱) اور یہ لوگ نبوت کے بعد ہر سال مکہ میں میلہ عکاظ پر آتے تھے۔ جو تین سال تک مدینہ میں ۸۰ مسلمان ہو گئے اور بوقت ہجرت حضور از مکہ ۱۳ سنہ نبوت تک کل قرب و جوار مکہ مدینہ وغیرہ میں انفرادی طور پر عرب کے مختلف حصوں میں ۵۰۰ سو مسلمان ہو گئے تھے۔

مکہ شریف میں فدک کہاں تھا۔ وہ تو مدینہ میں جا کر ہجرت کے سات سال بعد ۷ سنہ ھ میں اور نبوت سے ۲۰ سال بعد ۶۳۰ سنہ ء میں قبضہ اسلام میں آیا۔ تو اس جھوٹے قصہ تراشنے پر حضور پر الزام آنا بھی نہیں سوچا۔ یہ کہ حضور ذَاالْقُرْبٰی کے معنی بھی نہ سمجھ سکے۔ حالانکہ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ (سورۃ قمر ۲۷/۲) یعنے ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے بہت سہل کر دیا ہے۔ مگر یہاں یہ بات ہے کہ وحی اور صاحب الوحی بھی معنی نہ سمجھ سکے۔ اس سے ملکی زبان اور اولو العزم پیغمبر کی کسر شان ہے۔ اور بروایت شیعہ مذکورہ جب دوبارہ اللہ پاک سے دریافت کرنا پڑا تو پھر بھی یہ حکم تو نازل بذریعہ وحی نہ ہوا تھا۔ وَاٰتِ فَاطِمَۃَ فَدَکَ یعنی فاطمہؓ کو فدک دیدیجئے۔ نہ ہی وحی سے یہ دریافت فرمایا گیا۔ کہ اس وقت فدک ہے کہاں اور وہ کب مجھے ملے گا۔ کہ جس کی تعمیل حکم میں کروں۔ اس سے بقول

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳) (بہلا کر) سلا دے۔ اور چراغ بجھا دے۔ ہم دونوں بھی رات کو کچھ نہ کھائیں گے۔ اور حضورؐ کے مہمان کو کھلا دیں گے۔ ان کی بی بی نے ایسا ہی کیا۔ پھر صبح کو وہ مہمان حضورؐ کے پاس گیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ اللہ پاک نے تعجب فرمایا ابو طلحہ اور اسکی بی بی پر اور آیت نازل فرمائی یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (حشر ۲۸/۱) مہاجروں کی حالت لکھا تو قرآن مجید و حدیث سے دیا گیا ہے کہ اس وقت کیا حالت ہو رہی تھی اور ایسے غریبوں کی امداد و حفاظت کیلئے آیات نازل فرمائیں ترجمہ تصرف فدک کے عنوان کے اخیر میں گذرا۔

شیعہ حضرات خداوند کریم کو بداء ہوا (یعنی لاعلم رہا) کہ قبل از مقبوضہ فدک
ہی مکہ شریف میں وحی نازل فرمائی کیا مدینہ میں ۷ھ کو قبضہ اسلام میں
آجانے پر کچھ مصروفیت وحی کی ہوتی تھی۔ جو سات سال پہلے ہی حکم دیدیا گیا
ہرگز نہیں بلکہ فریقین کے متفقہ فیصلہ سے ثابت ہے کہ قرآن مجید بر مکوفتہ و
محل (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًاؕ (دھر ۲۹/۲) (اے پیغمبر) ہم نے تجھ
پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا) متواتر ۲۳ سال میں نازل ہوتا رہا۔ جبکہ جس
ہدایت کی ضرورت پڑی۔ نازل ہوتی رہی۔ بر وقت نزول آیات متذکرہ الصدر
زیر بحث ذات کے موقعہ پر مکہ شریف میں حضور کی چاروں صاحبزادیاں زندہ تھیں
جو حضرت زینبؓ متوفی ۸ھ حضرت رقیہؓ متوفی ۳ھ۔ حضرت ام کلثومؓ
متوفی ۹ھ حضرت فاطمہؓ متوفی ۱۱ھ رضی اللہ عنہن اجمعین ہجرت کے
بعد سب مدینہ میں جا کر واصل بحق ہوئیں۔ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہجرت کے بعد
ایک سال آٹھ ماہ نو دن یکم ذو الحجہ ۲ھ بروز جمعہ مسجد نبوی میں بعوض ۵۰۰
درہم چاندی بحوالہ جلاء العیون اردو ص ۱۲۳ ہوا۔ اور بحوالہ سیرۃ علامہ شبلی ص ۳۳۵ و
شاہنامہ اسلام جلد ۲ ص ۱۸۶ حارث بن لقمان انصاری نے مکان حضرت علیؓ
کو دیا جو بعد نکاح وہاں جا رہے۔ اگر بطور میراث فدک ۷ھ مدینہ میں قبضۂ اسلام
میں آنے پر تقسیم ہونا ہوتا۔ تو ان کو بھی مشمولہ دیگر ۲ اقسام حصہ داروں کے علاوہ حصہ ملنا
تھا۔ کیونکہ حکم خداوندی مذکورہ ذات سے فوری تعمیل ظاہر ہے۔ اور فوری تعمیل
میں انتظار وصال حضور کا کوئی حکم نہیں ہے اور نہ ہی صرف حضرت فاطمہؓ کو
دیئے جانے کا کوئی حکم ہے اس سے آپ کے عقیدہ پر صاحب الوحی جس کے
متعلق وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی کا حکم ہے۔ نہ معنی قرآن سمجھ سکے۔ نہ اس پر تعمیل
کی۔ نہ ہی فدک کا وجود اس وقت تھا۔ نہ ہی حضورؐ نے ۲۱ مقداروں کے مابین

تقسیم فرمایا۔ اگر اس سے فدک مراد ہوتا تو قبضہ ۷ھ سے ۱۱ھ تک رہنے پر ہی تکمیل کر دی ہوتی۔ کہ اس کے بعد چار سال حضور زندہ رہے اس سے آپ کا حضورؐ سے انکار ہے۔ کیونکہ ہم نے حضور کو سچ مان کر صرف ان کی زبان مبارک سے یہ قرآن پاک سنا۔ لہٰذا حضور و قرآن دونوں سے انکار ہوا کہ ہمیں وحی الٰہی تبا کہ خود ہی عمل احکام الٰہی پر نہ فرمایا نعوذ باللہ اس سے حضورؐ پر الزام آتا ہے۔ کیونکہ حضورؐ ہی صاحب امر و خلیفہ و بادشاہ تھے۔ اور رعایا محکوم تھی۔ کس کی مجال تھی کہ اللہ حضورؐ کے ارادہ کو ترک فرما دے۔ چونکہ آپ کا عقیدہ اللہ پر بھی بداء یعنی جاہل لاعلم کا ہے۔ دیکھو بحار الانوار علامہ باقر مجلسی اصول کافی ص ۲۰ ۔ اساس الاصول ص ۲۱۹ مولوی دلدار علی مجتہد) ردّ رفض و بدعت ص ۱۵۶ پر عربی روایات مندرجہ ملاحظہ ہوں کہ پہلے اپنے پسر اسماعیل کی نامزدگی کی پھر بجائے اس کے موسیٰ کاظمؒ کو امام جعفر صادقؑ نے قائم مقام بنا دیا۔ اور جب وجہ تبدیلی دریافت کی گئی تو امام جعفرؒ نے فرمایا۔ اسماعیل کے متعلق خدا کو بداء ہوا۔ اور خدا کو پہلے ایسا بداء نہیں ہوا جیسے میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا اور محمد کی بجائے حسن عسکری پسر امام علی نقی کے امام ہوئے۔

اعتراض بر اولادِ حضورؐ

کتاب روائح القرآن تصنیف عباس مجتہد غلبہ ص ۳۵۶ پر لکھتا ہے ثُمَّ یَثْبُتُ اَنَّ رُقَیَّۃَ وَاُمَّ کُلْثُوْمَ کَانَتَا بِنْتَیِ النَّبِیِّ مِنْ صُلْبِہٖ دُمَّادَکَّا بَلْ یُقَالُ اِنَّھُمَا رَبِیْبَتَیْنِ یعنی ثابت نہیں ہوا کہ رقیہ و ام کلثوم حضورؐ کے صلب[۱] مبارکہ سے تھیں۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ لے پالک تھیں ۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

[۱] اس نے نطفہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

جواب چونکہ قضیہ فدک کے ساتھ اولاد حضور کا بھی تعلق ہے کہ بعض شیعہ حضرات صرف ایک لڑکی ہی کہتے ہیں۔ افسوس کہ ان کو قرآن شریف و اپنی شیعہ روایات پر بھی اعتبار نہیں۔ خبر نہیں کہ ان کو حضورؐ کی دوسری اولاد سے کیوں مخالفت ہے۔ مگر اللہ پاک کو تو حضورؐ کی کسی اولاد سے مخالفت نہ تھی۔ سورۃ الاحزاب ۲۲/۸ میں ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دے۔ اب قرآن شریف شاہد ہے کہ حضور کی زیادہ لڑکیاں تھیں جو دو سے زیادہ پر یہ لفظ عربی استعمال ہوتا ہے

پھر اپنی کتب میں ملاحظہ کریں۔ حیات القلوب ۲۶۴ ۲ و ۵۵۹ و ۲۹۴ اور اصول کافی ص ۲۷۸ تحفۃ العوام ص ۱۰۵ انجم البدی ص ۱۳۹ تہذیب الاحکام۔ مطبوعہ ایران کتاب الصلوۃ جلد ا ص ۱۵۴۔ مزید ایک رسالہ دائرہ اصلاح لاہور دلنب نامہ سید غلام دستگیر لاہوری ص ۲۳ یہ مؤخر الذکر دونوں اہلسنت ہیں باقی شیعہ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ سے حضور کی اولاد طیب۔ طاہر یعنی عبداللہ۔ قاسم۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن نفوس

دعوئے ہبہ فدک شیعہ کہتے ہیں کہ دعوے فدک حضرت فاطمۃ الزہرا نے دربار صدیق میں کیا اور دو گواہ معتبر حضرت علی رضؓ و ام ایمنؓ بھی پیش کئے۔ لیکن ابوبکر نے شہادت رد کر دی۔ اور دعویٰ خارج کر دیا۔ اس واقعہ کا ثبوت کسی اہلسنت کی مستند کتاب سے نہیں ملتا۔

جواب (۱) اصول کافی جلد ۳ باب ۲۰ ایس جو حدیث فَلَمَّا سے شروع ہوتی ہے۔ ترجمہ عربی "پس حضرت فاطمہ۔ حضرت ابوبکر رضؓ

کے پاس آئیں۔ اور باغ فدک کا سوال کیا۔ کہ باغ فدک ہم کو دیا جاوے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ آپ کوئی گواہ لائیے۔ جو یہ کہدے کہ باغ فدک آپ کے تصرف میں ہے۔ پس حضرت فاطمہؓ حضرت علی وام ایمن کو لائیں۔ ان دونوں کی شہادتوں پر حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ایک تحریر دی جس میں لکھا تھا کہ کوئی کسی قسم کی روک ٹوک نہ کرے۔ آپ تحریر لیکر باہر آئیں (اور بحوالہ کتاب شیعہ اسم اعظم مصنفہ کاظم اخر منزل لکھنؤ مٹ۷۶) کہ جو وثیقہ ابوبکر نے جناب فاطمہؑ کو لکھدیا اس کو حضرت عمر نے پھاڑ دیا۔ اس سے مندرجہ ذیل معلومات حاصل ہوئیں۔

(۱) حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر خلیفہ رسول کو برحق جانشین حضور تسلیم کر کے برائے فیصلہ دربار خلافت میں گئیں۔ (۲) یہ کہ حضرت فاطمہؓ کا باغ فدک پر قبضہ مشہور نہ تھا۔ ورنہ حضرت فاطمہؓ (اپنے جا بجا نانا) ابوبکر کو طلبی گواہ پر فرماتیں جبکہ آپ اور تمام مسلمان جانتے ہیں تو مجھ سے گواہ کیوں طلب کرتے ہیں کیونکہ امر ظاہر اور مشہور کے لئے گواہ طلب کرنا اور پیش کرنا دونوں عقل کی سبکی کے دلائل ہیں۔ اگر سب مسلمان جانتے ہوتے۔ تو حضرت علی وام ایمن ہی کیوں بطور گواہ لائیں۔ بلکہ عوام سے دو مرد لائے جاتے (۳) حدیث شیعہ ہذا سے ثابت ہوا۔ کہ باغ فدک حضرت فاطمہ ہی کو دیا گیا۔ اور کتب شیعہ منہج الکرامۃ شیخ ابن مطہر حلی و حج السالکین وغیرہ میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے ایسا فیصلہ فرمایا کہ خاتون جنت راضی ہو گئیں

جواب اہلسنت یہ واقعہ اہل سنت کی کسی مستند کتاب میں نہیں ملتا۔ اگر شیعوں کے قول پر اعتماد کیا جاوے۔ کہ ابوبکرؓ نے شہادت ردّ اور دعوےٰ خارج کر دیا۔ تو بھی اس سے ابوبکرؓ کا سنت نبوی پر قائم ہونا عامل بالشرع۔ بے رو رعایت اور منصف حاکم

ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ حکم قرآن سورہ بقر ۳ رکوع ۳۷ میں ہے واستشہدوا شہیدین من رجالکم وان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان۔ کہ دو گواہ مرد رکھو۔ اگر دو گواہ مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں (یہ اس لئے چونکہ عورتوں کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ تاکہ ایک دوسری کو یاد کرا دے) اور اس زمانہ میں ایک معمولی عورت بھی خلیفہ کو ناجائز فیصلہ سے روک ٹوک سکتی تھی۔ اگر فیصلہ ٹھیک ہوتا تو سر تسلیم خم کر دیتے۔ ورنہ جواب دیدیتے۔ کہ بموجب شریعت دو گواہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں لاؤ۔ چونکہ اس میں نصاب گواہی کا بموجب شریعت نص مکمل نہ تھا۔ اور نامکمل شہادت ہونے کی وجہ سے فیصلہ جناب سیدہ کا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور حاکم کو فرمان الٰہی فاعدلوا ولو کان ذا قربی۔ (انعام ۸/۱۹) کی تعمیل میں انصاف کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ نہ کہ مقدمہ میں پاسداری اقربا کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ دنہ ہی اس زمانہ میں رشوت سے کاروبار چلتے تھے۔ جیسے کہ آجکل غریب طبقہ انصاف کے لئے نالاں ہے) جیسے کہ حضرت عمرؓ فیصلہ جھگڑا اٹھانے کے لئے زید بن ثابت قاضی کی عدالت میں طلب کئے گئے وہو ہذا۔

الفاروق جلد ۲ ص۵ میں ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر کسی تنازعہ میں۔ جو آپ کا ابی بن کعب سے تھا۔ اور ابی نے دعویٰ زید کی عدالت میں کر رکھا تھا حضرت عمرؓ اس وقت خلیفہ تھے۔ اور یہ لطور مدعا علیہ طلب کئے جانے پر حاضر ہوئے۔ زید نے خلیفہ وقت حضرت عمر کی تعظیم کی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ فرما کر آپ ابی مدعی کے برابر بیٹھ گئے۔ سماعت مقدمہ شروع ہوئی۔ مدعی ابیؓ کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس لئے حسب قاعدہ حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہی۔ زید نے فاروق اعظم کے رتبہ کی پاسداری

کر لیتے ہوئے ابی سے درخواست کی کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ تو حضرت عمر اس طرفداری سے زید پر رنجیدہ ہوئے اور زید کیطرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ جبتک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور خلیفۃ المسلمین عمرؓ دونوں برابر نہ ہوں۔ تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جاسکتے (مگر آجکل حاکم و محکوم سید و غیر سید۔ زمیندار و غیر زمیندار آمنا دانہ بات بھی نہیں کر سکتے)

کتاب شیعہ کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ اور اپنا دعوی قاضی شریح کی عدالت میں کر دیا۔ قاضی نے امیر المومنین حضرت علی سے شہادت طلب کی۔ جناب امیر نے امام حسن متوفی ۵۰ھ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے شہادت منظور نہ کی۔ کیونکہ جناب امیر کے ایک صاحبزادے اور دوسرے قنبر غلام تھے۔ اور یہ واقعہ ایسے ہی کتاب شیعہ من لایحضرہ الفقیہ کتاب القضا میں مرقوم ہے کہ جناب امیر قاضی مدینہ (شریح) کے اس فیصلہ سے ناراض نہ ہوئے۔ نہ ہی اس کو قضاء سے محروم و معزول کر دیا۔ بلکہ اس کے انصاف کی داد دی اور اس کے حق میں دعائے خیر کی (رد رفض و بدعت صفحہ ۲۱۵)

مذکورہ ہر دو امثال کتب شیعہ سے اور ایک اہلسنت کی روایات سے دی گئی ہیں کہ فیصلے بموجب نص و احادیث کئے جاتے تھے۔ اور کسی کی رو رعایت نہ کی جاتی تھی اور کسی خامی پر مقدمہ خارج کر دیا جاتا تھا۔ قاضی شریح کو حضرت علی نے دعائے خیر دی اور حوصلہ افزائی انصاف کرنے کی ہیں کی) مگر شیعہ کتاب نجم الہدیٰ صفحہ ۲۱۲-۲۱۳ مسئلہ بیع اولاد امہات المومنین بوقت حضور مرد

ابوبکر پر کہ اپنے عہد خلافت میں حضرت علی نے جواز بیع کا فتوی دیا۔ اس پر قاضی شریح نے حضرت علی سے جماعتی رائے طلب کی۔ تو یہ جواب دیتا ہے کہ جناب امیر مجتہد مطلق تھے۔ اس لئے ان کو فتوی دینا درست ہوا۔ مگر آخر میں اس اعتراض پر (قاضی شریح مردود لاکھوں جیسے پکارے اسکی کیا اصل۔ کہ اعتراض کرتا وہ کون تھا) ایسے جملے استعمال کئے ہیں حالانکہ غلام کی بے حرمتی کا آقا ذمہ دار ہوتا ہے

حضرت فاطمہؓ کے مقدمہ دائر کرنے کی غرض و غایت

جناب معصومہ نے غلطی سے دعوے دائر نہیں کیا تھا۔ نہ حصول میراث کی خاطر کیونکہ وہ بتول تارک الدنیا تھیں۔ بلکہ اس ظلم کو توڑنے کے لئے کہ خلفاء ایماندار ہیں۔ اور میرے والد حضور کی اس میں بدنامی ہے کہ انہوں نے کافر منافق اور فاسق کو اپنا ولیعہد فرمایا۔ کیونکہ بگمان شیعہ حضرات اصحاب ثلاثہ رضا ایسے ہی تھے۔ جناب معصومہ نے بہ اعتقاد شیعہ کہ صحابہ کبار مومن نہیں۔ ان کو محقق منوا دیا۔ اور شیعوں کے اس وہم باطل کو توڑ دیا۔ اور اس جانشینی کے بہتان کو ابر واضح کر دیا۔ کہ حضورؐ نے کافر۔ طاغوت۔ باغی۔ طاغی۔ منافق۔ فاسق۔ فاجر۔ ظالم وغیرہ کو اپنا جانشین یا اصحاب نہیں بنایا تھا۔ اور اللہ نے بھی مسلمانوں کا جانشین بعد حضور کافر نہیں بنایا۔ اور نہ ہی مسلمانوں نے کافر کو انتخاب کیا) (اس سے تو حضور کی ۲۳ سالہ محنت برباد جاتی ہے۔ بحوالہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۵ اور حیات القلوب جلد ۲ بحوالہ کشی ص ۶۰ بروایت امام باقر و جعفر صادق کہ حضور کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے (کیونکہ بیعت ابوبکر سے کرلی) صرف تین مسلمان رہ گئے

جو مقداد۔ ابوذر غفاری۔ سلمان فارسی رضؓ۔ اور بحوالہ احتجاج علامہ طبرسی ص۸۱ امت میں سے کسی نے علیؓ (عمار اور تین مذکورہ) اور ہمارے چار آدمیوں کے سوا ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بکراہت بیعت نہ کی۔ گویا یہ بھی پانچوں ظاہرا بکراہت بیعت کر کے دیگر صحابہ کی طرح اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں جب مسلمان ہی کوئی نہ رہا۔ تو خلافت کون دلاتا۔ اب شیعہ حضرات صرف فدک کی وجہ سے رٹ لگائے جا رہے ہیں۔ کہ فدک غصب ہوا اب ان تمام احادیث فریقین والض کو سچا تصور کریں یا شیعہ حضرات موجودہ کو۔ خود فیصلہ کر لیں کہ کون سچا ہے۔

کافر حاکم کو اپنے مقدمات میں قاضی نہ کیا جاوے

اب دعوی فدک کا کوئی ثبوت نہیں ہے مگر شیعہ حضرات کی بدظنی اور گمان فاسد کو توڑنے کیلئے جواب دینا پڑتا ہے۔ چونکہ شیعہ سبائی فرقہ اصحاب ثلاثہ کو منافق و کافر جانتے ہیں۔ اور مقدمات کے فیصلہ کرانے میں حکم قرآن مجید ہے۔ کہ کافر کو اپنے مقدمات کا قاضی قرار نہ دیا جاوے۔ سورہ نساء ع۵ میں حکم ہے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ ارادہ کرتے ہیں۔ یہ کہ مقدمہ سرکشوں کی طرف لیجائیں۔ حالانکہ ان کو حکم ہو چکا ہے۔ کہ شیطان کی بات نہ مانیں۔ اور اصول کافی ص۳۵ باب العلم اختلاف الحدیث مطبوعہ نول کشور پریس میں حضرت جعفر صادق سے اس آیت مذکورہ کے مطلب کی حدیث موجود ہے کہ جس نے کفار کی قضا کو قبول کر لیا۔ چاہے وہ دین یا میراث میں مقدمہ حقی ہو یا باطل تو دونوں صورتوں میں جو فیصلہ حاصل ہو وہ ناجائز ہے۔ اور نہ ہی حضور نے اس وقف مال کو اپنی زندگی میں قریبا بنیس اقربا میں تقسیم فرمایا۔ اور نہ ہی ان کا حق تلف کر کے خلاف حکم

قرآن مجید ان کو محروم رکھ کر اکیلے حضرت فاطمہ کو یہ جائداد دی اور دے بھی کس طرح سکتے تھے جبکہ آپ کی واحد ملکیت ہی نہ تھی۔ اب دعوے فدک سے فیل ہو جانے پر شیعہ حضرات وراثت کا سوال کر دیتے ہیں کہ حضرت جنت خاتون نے دعوے ابوبکر کے پاس کیا کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہیئے یہ سوال اور بھی کمزور ہے اس لئے کہ وراثت مورث اعلے کی ملکیت اشیاء کی ہوتی ہے جب فدک فیصلہ قرآن کی رو سے مال فے (وقف) تھا۔ اور عامۃ المسلمین کا مع حضور وام المومنین و آل حضور کا مشترکہ حق تھا تو وراثت کیسی اسلئے تمام ورثاء کو محروم کر کے کس طرح حضرت فاطمہ کو فدک بطور وراثت لینے کا حق تھا

مثال وراثت امیر معاویہ رضؓ

امیر معاویہ اور حضرت علی باہم یک جدی بھائی۔ اصحاب رسول تھے۔ امیر معاویہ کاتب وحی۔ حضورؐ کے سالا۔ حضورؐ کی قمیص۔ چادر۔ تہبند میں بعمر ۷۸ سال دفن کیے گئے (تتمہ مظاہر الحق ص ۲۰۰/۱۹۹ جلد ۴) اور بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۷/۲۰۸ امیر معاویہ کا قد لمبا خوبصورت وجیہ آدمی تھے ۱۶۳ احادیث آپ سے مروی ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے کہ ۲۰ سال بعہد صحابہ خود حکمران رہے۔ اور مشکوۃ ص ۲۰۴ والمعرفہ۔ الغایۃ ص ۸ شرح عقاید ص ۱۱۶ میں ہے معاویہ کو کچھ نہ کہو کہ انہوں نے حضرت علی سے صلح کر لی تھی۔ اس لئے انپر لعن کرنا جائز نہیں بحوالہ بیان الامراء ص ۲۰۵ ایک لاکھ امام حسن کا امیر معاویہ کی طرف سے سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ احادیث فدک متفق علیہ ہیں۔ شیعہ وراثتی اعتبار سے حضرت علی کے حق کو فائق گردانتے ہیں۔ اگر یہی ہے تو حضرت امیر معاویہ متوفی ۶۰ھ پر کیا الزام ہے اور یزید پلید متوفی ۶۴ھ کو کیوں مطعون کیا جاتا ہے جبکہ بحوالہ فروع کافی جلد ۳

کتاب الروضہ صنا۱۱ در نفس دید بست صن۱۸۱ امام زین العابدین نے یزید سے کہا
کہ میں تیری بیعت کو تسلیم کرتا ہوں اور بحوالہ علل الشرائع مطبوعہ ایران صن۹۶
میں ہے بَایَعَ حَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رض صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ مُعٰوِیَۃَ کہ حضرت حسن بن
علی نے معاویہ سے بیعت کی۔ علامہ علی بن عیسٰی اردبیلی نے خطبہ امام حسن رض
کا کتاب کشف الغمہ .... فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران صن۱۷ میں مکمل درج کیا ہے
پس میں نے اس کو بہتر سمجھا کہ میں امیر معاویہ سے مصالحت کر لوں اور باہمی جنگ
ترک کر دوں۔ چنانچہ میں نے معاویہ سے بیعت کر لی اور مسلمانوں کے خون بچانے
کو ان کے خون بہانے سے بہتر سمجھا وغیرہ۔ ان روایات سے امیر معاویہ اور یزید کا فر
تو نہ ہے ان دونوں کا قصور تو یہی ہے کہ باپ نے اپنی خلافت بیٹے کو دینی چاہی
اور بیٹے نے اپنا حق سمجھ کر بیعت نہ کرنے والوں پر جبر و ظلم کیا۔ اموی کہتے ہیں کہ
اگر حضرت علی خاندانی داماد تھے تو یزید اپنے باپ کے حق میں کیوں نہ جھگڑتا کیونکہ
داماد کی بجائے بیٹا زیادہ مستحق وراثت ہوتا ہے۔ اب یزید کا مطالبہ اور اہل تشیع
کا مطالبہ ایک ہی ہے کہ فدک اور خلافت وراثت بادشاہی کی طرح ورثا کا ملا کرے
لیکن اسلام ان دونوں کے فیصلہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ جمہوریہ حکومت
کی اسلام نے بنیاد ڈالی۔ اس میں تمام دنیا نے اسلام کی پیروی کی۔ اس وجہ
سے پھر حضرت امام حسینؓ کا جہاد ناجائز ہو جاتا ہے۔ اور امام کی شہادت پھر
شہادت نہیں شمار ہو سکتی۔ کہ جناب امام نے ناجائز جہاد فرمایا۔ کہ اب باپ
(امیر معاویہؓ) کا حق بیٹے (یزید) کو پہنچتا تھا۔ جو بموجب قانون شیعہ دراثتی اعتبار
سے جائز ہے۔ اور اس میں امام حسینؓ ناحق مخل ہوئے۔ بیٹا بھلا ہو یا برا۔ بہ
گمان نیم نمازی و بزعم شیعہ شرابی وغیرہ تھا۔ تو کسی کو کیا وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ
اُخْرٰی اور فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ اپنے اعمال کی سزا خود پالے گا۔ وہ اپنے باپ

کی وراثت پر جائز قابض ہوا تھا۔ کیا کبھی آپ نے یہ سنا یا دیکھا ہے کہ بیٹا پوری نمازیں نہ پڑھنے سے۔ یا شراب پینے سے اپنی آبائی وراثت سے سبکدوش ہوا ہو حالانکہ یزید اور امام حسین دونوں عبد مناف کی اولاد اور شریک تھے۔ اور نہ ہی یزید کا کوئی شہادت حکم (بحوالہ منہج الاحزان مطبوعہ ایران ص ۳۲۱ اور طراز مذہب مظفری ص ۵۶۱ و جلاء العیون ص ۵۳۲ و باب ۵ ص ۵۲۹ فصل ۱۵ ناسخ التواریخ ص ۲۶۹ و مشیر الاحزان مطبوعہ بمبئی ص ۸۴) تھا۔ خبر شہادت امام حسین کی ملنے پر اور سر مبارک دربار میں لانے کی خبر سن کر یزید نے انگلی دانتوں سے کاٹ لی اور سات روز نوحہ و زاری کے بعد آٹھویں دن (بحوالہ مقتل ابو مخنف مورخ مطبوعہ بمبئی ص ۸۳) عذر خواہی کے بعد محمل مزین پیران کو باعزت روانہ مدینہ کیا۔ اور ابن زیاد کو قتل امام حسین کا ذمہ وار گردانا۔ اور کہا کہ میرے حکم کی تعمیل میں اگر بغیر قتل امام حسین کو تم لاتے تو میں تم سے خوش ہوتا۔ اور اگر میں موجود ہوتا۔ تو ضرور ان کا قصور معاف کر دیتا۔ ان روایات سے ثابت ہے کہ یزید قتل امام پر رضامند نہ تھا۔ اور قاتل کو خبر دینے پر یزید نے بد دعا دی (قاتل سنان بن انس یا بشیر بن مالک دوسرا شمر ذی الجوشن) جب اس نے صلہ مانگا کہ اس نے ایک بادشاہ بزرگ کو قتل کیا ہے۔ تو یزید نے کہا کہ جب تو جانتا تھا کہ وہ ایسے بزرگ ہیں۔ پھر ان کو قتل کیوں کیا۔ پس یزید نے اس کے قتل کا حکم دیا۔) حکم شہید کرنے کا تھا۔ کوفیوں کی غداری اور عبید اللہ بن زیاد کی عیاری سے امام شہید ہوئے۔ اور چونکہ یزید کے عہد خلافت میں یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ اس لئے وہ بدنام ہوا۔ اسلام میں خلافت ایک روحانی چیز ہے نہ نبوت کوئی میراث ہے بلکہ یہ محض عطیہ خداوندی ہے۔ اسلام کی برتری کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس نے کبھی خاندانی حسبی و نسبی شرف کو بحکم سورۃ حجرات ۲۶/۲ اکرمکم سے کوئی

خاص اہمیت نہ دی۔ نہ یہ ملوکیت و بادشاہی ہے کہ بطور ورثہ تقسیم ہو جسے خدا اس کا اہل سمجھے عطا کرے۔ بلکہ جس میں روحانیت زیادہ ہو۔ بس وہی حقدار زیادہ ہے۔ چونکہ حضرت ابوبکرؓ حضور کے سرٹیفکیٹ سے سوائے نبیوں کے کل سے افضل ہیں اَبُوبَکرٍ خَیرُ النَّاسِ اِلَّا اَن یَکُونَ نَبِیٌّ۔ حدیث طبرانی میں سعد بن زوارہ سے دوسری حدیث ابن عدی سے سلمہ بن اکوع نے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا۔ کہ ابوبکر کل آدمیوں سے بجز ذات مقدسہ نبیوں کے بہتر ہیں۔ اور ترمذی میں عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا لَو کَانَ بَعدِی نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو البتہ عمر بن خطاب ہوتا۔ اور یہ سرٹیفکیٹ اعمال سے ملتے ہیں۔ نہ کہ کسی جاگیر یا باغ فدک سے۔

حکم خلافت حضرت علیؓ

حدیث ترمذی میں ہے کہ حضرت علی میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ مگر یہاں بلافصل خلافت کا تو کہیں ذکر نہیں ہے۔ البتہ فی الوقت من الاوقات (اس پر پھر اسقدر اصرار کیوں ہے) کہا جاوے تو یہ عین مذہب اہلسنت کا ہے۔ روضۃ الصفا مصنفہ اخوند شاہ بجم الہدی ص ٦٣ عیاشی نے جابر بن عبد اللہ شیعہ سے ثابت نہ ہوئی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تفسیر تفسیر قمی مطبوعہ ایران ص ٣٥٤ میں حضورؐ نے حضرت حفصہؓ ام المومنین سے فرمایا کہ یقیناً میرے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہوں گے پھر ان کے بعد اے حفصہ! تمہارے باپ (عمرؓ) ہوں گے۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ آپ کو کس نے بتایا۔ حضور نے فرمایا یہ مجھے اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے۔

اصول کافی جلد ٣ باب ٨٢ ص ٦ بروایت امام جعفر صادق علیہ کہ حضرت علی نے فرمایا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ مجھ کو اللہ پاک نے اطلاع دی تھی کہ تم سے

پہلے تین خلیفہ و جانشین رسولؐ ہوں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور تحقیق میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اور تحقیق مجھے اس مقام کی اطلاع دی گئی تھی۔ یعنی یہ کہ شہادت عثمان رضؓ کے بعد خلیفہ بنو گے۔ نُبِّئْتُ بِهٰذَا الْمَقَامِ وَهٰذَا الْيَوْمِ وغیرہ در رسالہ امرتسری موسومہ "شیعہ سُنی ہو گئے"

خطبہ حضرت علیؓ بوقت آخر خلافت عثمانؓ مندرجہ کتاب الفتوح اعثم کوفی بذریعہ کتاب نجم الہدیٰ شیعہ ص۱۳ یہ ہے خدا کی قسم کہ اگر اس کے پیغمبر برحق محمدؐ نے مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا اور پایان کار خلافت کی خبر مجھ سے نہ کہی ہوتی۔ تو میں را پنے حق خلافت) کو کبھی نہ چھوڑتا۔ اور ہرگز یہ روا نہ رکھتا کہ زید و بکر اس پر قابض ہوں۔ اور نہج البلاغۃ طہران ص۲۹ اور بحرت جلد ص۸ شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے اور چارہ نہیں ہے امام سے نیک ہو یا بد)

احادیث مذکورہ شیعہ متفق علیہ ہیں۔ جو بیک زبان کہہ رہی ہیں کہ حضرت علیؓ خلیفہ چہارم ہوں گے۔ یہ مختصر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی احادیث و خطبات حضرت علیؓ بابت شہادت موجود ہیں۔ افسوس کہ شیعہ حضرات اپنی کتب اور حضرت علیؓ کے حکم کو نہیں مانتے اور ضد اور تعصب ان کا شیوہ ہو رہا ہے

نہج البلاغۃ ص۲۱۹ بعد شہادت عثمانؓ آپ نے دروازہ بند کر لیا۔ لوگوں کے اصرار پر خلیفہ بننے کے لئے حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ کہ مجھ کو خلیفہ نہ بناؤ۔ وَاَنَا لَكُمْ وَزِيرًا خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي اَمِيرًا میں تمہارے لئے وزیر ہوں) امیر سے بہتر ہے مجبوری اصرار پہ مسجد میں لوگوں کو بیعت کیا۔ **سوال**:۔ شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ مکہ شریف سے بعد ہجرت حضورؐ جب کافر اس گھر حضورؐ کے مالک ہو گئے پھر حضورؐ نے وہ گھر نہ لیا۔ اور اس پر حضرت علیؓ نے عمل کر کے باغ فدک واپس نہ لیا کہ غصب شدہ اشیاء کا لینا جائز نہیں

(جواب)

جب بحکم الٰہی ہجرت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں سکونت تبدیل

فرما چکے تھے (سورہ نساء ۵ رکوع ۱۴) وَمَنْ یُّھَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرَاغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَۃً اور جو کوئی اللہ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑے وہ زمین میں رہنے کی بہت جگہ اور روزی کشادگی پائے گا، اور وہی حضور کا آخری مکان بذریعہ وحی بر حکم الٰہی تھا، تو سابقہ مکان مکہ والے انہوں نے کیا کرنے تھے، جبکہ حضور نے وہاں رہائش ہی نہ کرنی تھی۔ اور اللہ نے وعدہ بھی فرمایا۔ کہ تمہیں وسیع جگہ وہیں دی جائے گی۔ وہ پیغمبر تھے اور تبلیغ اسلام کے لئے دُنیا میں آئے تھے، نہ کہ اپنی جائداد بنا کر عیش کرنے کے لئے۔ اگر ایسے طمعی ہوتے تو خود خلیفہ اور بادشاہ تھے، سب کچھ آنِ واحد میں (نہ کہ موجودہ زمانہ کی طرح غریبوں کا خون چوس کر) تیار فرما سکتے تھے، کیا کچی مٹی کی دو چار کوٹھڑیاں ان سے اور نہ بن سکتی تھیں، یا کہ مدینہ میں ان کو بہ حیثیت بادشاہ ہونے کے دس مرلے زمین نہ مل سکتی تھی،

شیعہ سُنی تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ جب باغ فدک حوالہ امام محمد باقر متوفی ۱۱۴ھ تک پہنچا اور اس کے بعد خلفاء عباس کے ہاتھ لگا۔ اور ۱۹۸ھ میں مامون رشید خلیفہ ہوا۔ تو اس نے اپنے عامل کو لکھا۔ کہ بنی فاطمہ و بنو ہاشم کو باغ فدک سب بدستور دے دیں۔ اور پھر امام علی رضا متوفی ۲۰۳ھ کو ملا۔ اگر یہ اہل بیت کو لینا جائز نہیں تھا کہ غصب شدہ یعنی ہاتھ سے نکلی ہوئی چیز پھر نہیں لینی چاہیئے، تو باغ فدک کیوں امام محمد باقرؒ یا علی رضاؒ وغیرہ نے پھر لے لیا۔ بقول شیعہ حضرات جب خلافت بلافصل تھی، اور حضرت ابوبکرؓ نے غصب کر لی تو پھر حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت کے وقت پر کیوں قبول فرمائی۔ اور جو امیر معاویہ کے قبضہ میں تھی، اس کے لینے کے لئے تین جنگیں کیوں کی گئیں۔ کہ ایک لاکھ تین ہزار طرفین مسلمانوں کا ناحق نقصان ہوا۔ اور تختِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اپنا حقِ خلافت پہچان کر حضرت امیر معاویہ کو بحوالہ روضۃ الصفاد

نہج البلاغۃ عہدہ گورنری دمشق سے برطرفی کا حکم بھیج دیا۔ کیا یہ تمام کوششیں غصب شدہ خلافت کے لینے کے لئے نہ تھیں۔ اس لئے یہ اعتراض لغو، اور بیہودہ ہے کہ فدک غصب شدہ چیز ہونے کے باعث حضرت علی رضؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں واپس نہ لیا، اگر صاف بحکم قرآن شریف واحادیث صحیحہ کے حکم سے کہو کہ بوجہ وقف ہونے کے نہ لیا۔ کہ حق کے ماننے میں ضد نہ چاہیئے۔

غصہ حضرت فاطمہ رضؓ برابوبکر رضؓ درباره فدک بروایت شیعہ

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کے اں دعوئے فدک دائر کیا۔ تو ابوبکر نے فدک نہ دیا۔ پھر حضرت فاطمہؓ غضبناک ہوئیں مَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ جس نے ان کو غصے کیا اس نے مجھے غصے کیا۔ یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ کے بارے میں ہے۔ پھر آپ نے بات بھی ابوبکرؓ سے نہ کی۔ غصہ فاطمہ غصہ رسولؐ و خدا کا ہے۔ اس لئے ابوبکرؓ قابل خلافت نہ تھے،

جواب صحیح بخاری میں بعہد خلافت ابوبکرؓ کا صرف ایک قول حضرت عائشہ سے درج ہے اور یہ روایت حضورؐ سے مرفوع نہیں ہے اور یہ بطور قصہ کے درج ہے، کیونکہ فدک کا معاملہ مابعد حضورؐ ہی ظہور پذیر ہوا ہے اور کوئی وصیت حضورؐ متعلقہ فدک بھی نہ تھی۔ اگر کوئی ہوتی تو تعمیل حکم حضورؐ میں ضرور جناب سیدہؓ کو ملتا۔ جیسا کہ پیشتر لکھا گیا ہے، کہ یہ باغ فدک مشترکہ ملک ہی اہلبیت کے رہنے کا حکم تھا، اور یہی عمل ۱۲۳ متولیوں میں رہا اور اس واقعہ پر حدیث مذکورہ مَنْ اَغْضَبَهَا حضورؐ نے نہیں فرمائی تھی،..... بلکہ یہ

اِس وقت کی فرمائی ہوئی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ جبکہ حضرت فاطمہ پر سوکن غورا
دُختر ابوجہل بذریعہ نکاح ثانی حضرت علی پانے لگے تھے، تو حضور نے اس مجوزہ
نکاح ثانی پر حضرت علیؓ پہ اپنا غصہ ظاہر فرمایا۔ حدیث سالم یہ ہے فَاطِمَۃُ
بُضْعَۃٌ مِنِّیْ مَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ غَضَبَھَا فَقَدْ اَغْضَبَنِیْ۔ (ترجمہ)
کہ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے، جس نے اِسے آزار دیا اس نے مجھے آزار
دیا، اور جس نے میری حیات میں آزار دیا ایسا ہے جیسا کہ گویا میری وفات کے
بعد آزار دیا۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے
اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ میری بیٹی کو طلاق دے اور انکی بیٹی غورا بنت ابوجہل
سے نکاح کرلے میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے
اور عبداللہ بن داؤد سے ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ کی حیات میں
اللہ تعالیٰ نے نکاح ثانی حرام کیا ہے، جو کہ سبب ایذائے رسولؐ ہو۔ یعنی
جس نے اسے غصے کیا۔ اُس نے مجھے غصے کیا۔ اور جو اس کو دکھ دے گا
اُس نے مجھے دُکھ دیا۔ گویا حضورؐ نے اپنے وصال کے بعد زندگی فاطمہ میں
نکاح سے منع فرمایا۔ اِس لئے ہی حضرت علیؓ نے تازندگی حضرت فاطمہؓ کے
لئے نکاح ثانی نہیں کیا۔

اور باغ فدک کے بارے میں کیا پہلے حضرت فاطمہؓ کو عمل حضورؐ سے معلوم
نہ تھا کہ عمل وحدیث و نص میں یہ مشترکہ رہنے کا حکم ہے اور پیغمبروں کا ورثہ کچھ
دنیاوی اشیاء سے نہیں ہوتا۔ فاطمہؓ حضورؐ سے دُور دراز ملک میں نہیں سکونت
رکھتی تھیں، بلکہ اسی شہر مدینہ کے قریبی محلہ میں ہی حضرت علیؓ کا گھر تھا، جہاں
کہ رہتی تھیں، کسی کے کہنے سُننے پر آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو بابت فدک
کہا۔ تو انہوں نے حکم احادیث حضورؐ و عمل حضور سے یاد دہانی کرادی۔

تو آپ خاموش ہوگئیں۔ شارح مشکوٰۃ میں شعبی و بیہقی سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت فاطمہ خاموش ہوتیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو یہ پتہ ملا۔ تو آپ نے حضرت علی رضؓ سے سفارش کی۔ اور ابوبکر رضؓ خود دروازہ حضرت فاطمہ پر آئے۔ اور نہایت منت سے عرض کی، موسم گرمی کا تھا۔ بدن پسینہ سے تر ہوگیا۔ حضرت علی رضؓ نے اللہ کی قسم دے کر سفارش فرمائی۔ کہ آپ ابوبکر رضؓ پر راضی ہوں۔ پھر حضرت فاطمہ راضی ہوگئیں، کیا مخالفین سے ہی سفارش کرائی جاتی ہے۔ اور کیا اہل بیت بعد صلح کلی کے صاف سینہ میں کینہ رکھتے ہیں۔ جو حضرت فاطمہ رضؓ پر الزام ہے کہ تا آخر وہ کینہ ابوبکر رضؓ سے رکھتی تھیں، بلکہ ایسے لوگوں کو تو دنیا اور دنیاوی اشیاء سے کوئی سروکار ہی نہیں ہوتا صرف اللہ و رسول صلعم کے حکم کے ماتحت وہ لوگوں کی خدمت کرتے ہیں اور حصول دنیا کے لئے بے راہ شریعت ایک قدم بھی نہیں اٹھاتے۔

فیصلہ حضرت ابوبکر رضؓ بروایت شیعہ

کتب ہائے رشاد النصرۃ مدارج النبوۃ، حجاج السالکین

اصول کافی صـ ۳۵۵ فرقہ امامیہ مذہب میں لکھا ہے کہ ابوبکر رضؓ نے عرض کی کہ باغ فدک اسی طریقہ پر بدستور زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی پر برتاؤ رہے گا، اور فیصلہ حضرت فاطمہ کے حق میں لکھ دیا، پھر حضرت فاطمہ رضؓ نے فرمایا کہ میں اب کوئی ناراض نہیں ہوں اور یا اللہ تو اس پر گواہ رہیو۔ پھر حضرت ابوبکر رضؓ بدستور سابقہ سب آل و ازواج مطہرات کے گھروں میں فدک کی آمدنی سے خرچ روانہ کرتے رہے۔ اور باقی حصہ محتاجوں وغیرہ میں تقسیم فرماتے تھے۔ کتاب شیعہ منہج الکرامۃ شیخ ابن مطہر حلی میں لکھا ہے، لَمَّا دَعَتْ فَاطِمَۃُ اَبَابَکْرٍ فِیْ فَدَکَ کَتَبَ لَھَا کِتَابًا بِاَرَدِّھَا عَلَیْھَا۔ (ترجمہ

حضرت فاطمہ رضؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو باغ فدک کے بارے میں ہدایت کی، توحضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؓ کو ایک تحریر دی۔ اور باغِ فدک حضرت فاطمہ رضؓ کے حوالے کردیا۔ یہ روایت اس کتاب کے علاوہ ایمان صحابہ ملی محمد منگھیانہ اور ردّ رفض و بدعت مولوی کرم الدین سکنہ بھیں ضلع جہلم ۲۲۷ پر بھی ملاحظہ فرمالیں) اب شیعوں کو اختیار ہے کہ اپنی کتب مذکورہ میں سے مجاج السالکین وغیرہ کو مانیں یا منہج الکرامتہ کو انہی کتب پر آپ کو قرآن شریف اور حدیث صحیحہ سے بڑھ کر اعتماد ہے جنہوں نے ابوبکر رضؓ کو بری فرمایا ہے اب آئندہ کبھی اُن پر الزام نہ دینا۔ کہ وہ غاصب تھے،

لقب بتُول تارک الدُّنیا ہونے کی وجہ سے تھا

اوّل تو حضرت فاطمہ رضؓ کا لقب ہی بتول تھا (یعنی تارک الدنیا) تو پھر یہ کس طرح توقع ہوسکتی ہے کہ وہ چند کھجوروں کے پیڑوں کے عوض مقدمہ بازی اختیار کر کے کچہریوں میں نامحرموں کے پاس بذاتِ خود حاضر ہوکر جھگڑا کریں،

باغ فدک نہ ملنے پر غضب ناک ہوں، اور خلیفہ وقت سے بول چال بند کردیں جو بحیثیت نانا کے بھی تھے، ایسے ہی حضرت عائشہ کو عدالت میں جانے، اور مقدمہ سُننے کی کب اجازت تھی، کہ انہوں نے عدالت میں بذاتِ خود حاضر ہوکر مقدمہ کی کارروائی سُننے کے بعد روایت کی ہو، اِس لئے یہ قول کسی کی زبانی ہی سُنا ہوگا۔ دوسرے قول ہذا مندرجہ بخاری میں لفظ وَجَدَتْ جس کے معنی نَدَمَتْ (پشیماں ہوتیں) کے بھی ہیں اور وُجِدَا کے معنی حَزَنَ بھی بروایت قاموس ہیں۔ یعنی جب حضرت ابوبکر رضؓ سے جواب معقول مطابق حدیث حضورؐ سُن لیا اور لوگوں نے اس کی تصدیق کردی۔ تو اپنے دعوےٰ پر پشیماں ہوتیں +

پھر اپنی وفات کے وقت تک اس کے متعلق کبھی گفتگو نہ کی۔ جس حدیثوں میں غضب کا لفظ آیا ہے۔ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے نفس پر خفا ہوتیں۔ اگر شیعہ حضرات کے مطلب کو مدنظر رکھا جاوے کہ حضرت فاطمہ رض خفا ہوتیں۔ تو یہ بھی بشریت کا خاصہ اور قاعدہ ہے۔ اگر حدیث کے مطلب کا رخ استعمال حضور م کے خلاف باغ فدک پر بجائے سوکھ کے دلالت کریں تو جس حدیث میں یہ وعید ہے اس میں مَنْ اَغْضَبَھا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص نے دانستہ آپ کو غضبناک کیا۔ یہاں اِغْضَاب نہیں ہے۔ کیونکہ ابوبکر رض نے آپ کو غضبناک کرنے کے لئے ایسا نہیں کیا تھا۔ بلکہ حکم قرآن حدیث وعمل رسول مقبول م پر عمل کیا اور یہ فعل ابوبکر حضرت فاطمہ رض کی ناراضگی کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ نیک نیتی سے تعمیل حکم قرآن وحضور مقصود تھا۔ اصول بشریت میں بعض موقعہ معمولی باتوں پر بھی غصہ آجاتا ہے۔ اس سے بڑا نتیجہ لینا نادانی ہے۔

حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر سے تختیاں مقدسہ لیکر آتے اور قوم کو گوسالہ پرستی میں پڑھی دیکھ کر الواح مقدسہ کو زمین پر دے مارا۔ اور اپنے بڑے بھائی ہارون کو داڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا۔ کیونکہ صرف حضرت موسیٰ توحید کے مقابلہ میں بُت پرستی کے متحمل نہ ہو سکے اور نہ ہی تاب لا سکے جس طرح ہارون نے اپنی بے قصوری کا عذر پیش کیا تاکہ لوگوں کو ہنسی کا موقعہ نہ دیں، اسی طرح اگر حضرت فاطمہ غصہ بھی کریں تو خلاف پیغمبر وحکم قرآن واحادیث صحیحہ کس طرح فیصلہ دے سکتے تھے۔ خلاف پیغمبر کسے راہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید + اس ذاتی قول پر جو بطور قصہ منجانب حضرت عائشہ درج کیا گیا ہے۔ اس پر تو شیعہ حضرات نے یقین کر لیا ہے۔ حالانکہ حضور م سے روایت

نہیں کی گئی ہے۔ مگر اعلانیہ (کتب نہج الحق۔ مدارج النبوۃ، کشف الحق والصدق بحوالہ قدوری ابو المنذر بن ہشام بن محمد بن السائب کلبی من رجال سنۃ فی کتاب مثالب کے حوالہ سے اندریں مصنف مثنوی اصول دین احمد صفحہ ۱۰۱ تا صفحہ ۱۱۰، مطبوعہ مطبع سودرشن مراد آباد ۱۲۶۹ ۲۰/۴/ فیروز بدایونی کے جواب میں مدارج النبوۃ وغیرہ مذکور کتب کے حوالے سے حضرت عمرؓ، امیر معاویہ وغیرہ پر اور شیعوں کا بہتان عظیم منجانب صفوان بر عائشہؓ لکھا ہے کہ خدایا پناہ کیا انہی عقائد پر یہ مسلمانوں کی صف اوّل میں کھڑے ہونا چاہتے ہیں۔ جن کو اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں رہا ہے، کہ ازواج پر بہتان باندھنا خود حضور پر ہے اور بڑے قرآن مجید میں اہل بیت یعنی گھر والیاں ہیں اور فیصلہ قرآن سے برئیت سورہ نور ۱۸/۲ میں ثابت ہے، لیکن یہ حکم قرآن کے خلاف عبداللہ بن ابی منافق یہودی کی تائید میں رطب اللسان ہیں (اس لئے یہ منکر قرآن و حضور ہیں) کہ ان کی شخصیت و عصمت پر سخت ناپاک حملے کئے ہیں، اپنی ضد کے لئے قرآن و احادیث کبھی نہیں مانتے اور مطلب کے لئے ذاتی قول اپنے دشمن حضرت عائشہ کا بھی مان لیتے ہیں،

شیعہ کتب میں لکھا ہے کہ بارہا حضرت فاطمہؓ و حضرت علیؓ کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اور جناب خاتون جنتؓ آپ پر غضب ناک ہو کر گھر سے اپنے والد حضورؐ کے گھر چلی گئیں۔ اور حضورؐ رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ میری فاطمہ میرا لخت جگر ہے۔ جس نے اسے غصہ دلایا۔ اس نے مجھے غضبناک کیا۔ اگر مخاطب حدیث حضرت علیؓ پر حضرت فاطمہؓ کی بدولت غضبناک ہونے سے کوئی اعتراض شیعہ نہیں لا سکتے اور نہ حضرت علی کبھی اس وعید کے ماتحت شمار کئے گئے ہیں تو حضرت ابو بکرؓ پر تابعداری حضورؐ پر نور کرنے سے کیا اعتراض

ہو سکتا ہے کہ اُن کا یُحببکُمُ اللّٰہُ پر عمل تھا

ناراضگی حضرت فاطمہ رض بر حضرت علی رض

جلاء العیون اُردو کتاب شیعہ صفحہ ۱۴۳

ہیں اور کتاب علل الشرائع۔ بشارت المصطفیٰ، مناقب خوارزمی میں بسند معتبر ابو ذر رض ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جعفر طیار حبشہ سے مدینہ میں آتے اس کنیز کو جو بقیمت چار ہزار درم خریدی تھی وہ بطور ہدیہ اپنے بھائی علی بن ابی طالب کے پاس بھیجا۔ اور وہ کنیز جناب امیر کی خدمت کرتی تھی، ایک دن جناب سیدہ فاطمہ رض گھر میں آئیں۔ اور دیکھا کہ سر جناب امیر کا اس کنیز کے دامن میں ہے۔ جب وہ حالت ملاحظہ فرمائی۔ تو متغیّر ہو گئیں۔ اور حضرت علی رض سے پوچھا۔ آیا اس کنیز سے تم نے کوئی تعلق کیا ہے۔ جناب امیر نے فرمایا۔ بخدا سوگند۔ میں نے اس کے ساتھ کوئی امر نہیں کیا، اب جو کچھ تمہیں منظور ہو، وہ بیان کرو۔ کہ میں بجا لاؤں۔ جناب سیدہ نے فرمایا۔ مجھے اپنے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو (کیونکہ حضرت علی رض کو حارث بن نعمان انصاری نے مکان دیا تھا۔ اور وہاں وہ سکونت پذیر تھے) بحوالہ سیرۃ النبی علامہ شبلی ص ۳۳۲ شاہنامہ اسلام جلد ۲ ص ۱۰۱) جناب امیر نے فرمایا میں نے اجازت دی۔ پس جناب فاطمہ رض نے چادر سر پر اوڑھی، اور سر پر برقعہ ڈال کر متوجہ خانہ پدر بزرگوار ہوئیں اور قبل اس کے کہ جناب فاطمہ رض اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں، حضرت جبرئیل ؑ از جانب خداوند جلیل حاضر ہوئے۔ اور کہا، حضور ؐ کو کہ حق تعالیٰ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور حکم کرتا ہے کہ اس وقت حضرتِ فاطمہ رض تمہارے پاس علی بن ابی طالب کی شکایت کرنے آتی ہیں، آپ حق علی رض میں کوئی چیز فاطمہ رض سے قبول نہ کرنا۔ جب فاطمہ رض داخل دولت سرائے (حضور ؐ) پدر بزرگوار ہوئیں

توحضورؐ نے فرمایا۔ تم علیؓ کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ میں تم سے راضی ہوں) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ زود رنج تھیں۔

خواستگاری حضرت علیؓ برائے نکاح غوراؔ دختر ابوجہل

جلاء العیون اردو صفحہ ۱۶۲ میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک شقی حارث بن ہشام برادر ابوجہل جناب سیدہ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ علی بن ابی طالب نے (غورا) دختر ابوجہل کی خواستگاری کی ہے۔ جناب سیدہ نے اس شقی سے کہا کہ تم قسم اٹھاؤ۔ اس نے تین دفعہ قسمیں کھائیں۔ کہ میں جو کچھ کہتا ہوں، سچ ہے۔ جناب سیدہ کو بہت غیرت آئی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ضمیر میں غیرت قرار دی ہے۔ جس طرح مردوں پر جہاد کا ثواب مقرر فرمایا ہے مثل اس شخص کے جو مسلمانوں کی سرحد پر خدا کے واسطے نگہبانی کرے۔ پس جناب فاطمہؓ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور متفکر ہوئیں، یہاں تک کہ رات ہوئی۔ تو امام حسینؑ کو بائیں کاندھے پر بٹھایا۔ اور بایاں ہاتھ اُم کلثوم کا اپنے داہنے ہاتھ میں لیا اور اپنے پدر بزرگوار کے گھر تشریف لے گئیں۔ جب جناب امیر گھر میں آئے اور جناب سیدہ کو نہ پایا، تو بہت غم ہوا اور سخت تکلیف ہوئی۔ مگر جناب سیدہ کے تشریف لیجانے کا سبب معلوم نہ ہوا۔ اور شرم دحجاب دامنگیر ہوا کہ جناب سیدہ کو انکے پدر بزرگوار کے گھر سے بلائیں۔ پس گھر سے باہر نکل آئے۔ اور مسجد میں جا کر نمازیں ادا کیں، اور ایک تودہ خاک جمع کر کے اس پر تکیہ کیا۔ جناب رسول خدا نے جناب فاطمہؓ کو محزون پایا، غسل کیا۔ اور لباس پہن کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور نمازیں پڑھنی شروع کیں، اور مشغول رکوع و سجود ہوئے اور بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے، کہ خداوند فاطمہؓ کے حزن کو زائل

فرما۔ اس لئے کہ جب گھر سے باہر آتے تھے، جناب فاطمہ کو دیکھ آئے تھے۔ کہ آپ کروٹیں لیتی اور نالہ ہائے بلند کھینچتی تھیں، جب رسولِ خدا نے دیکھا کہ فاطمہؑ کو نیند نہیں آتی۔ اور بیقرار ہے، فرمایا اے دختر گرامی اے فاطمہؑ اٹھو جب فاطمہؑ اٹھیں، جناب رسولؐ خدا نے امام حسنؑ کو اور جناب فاطمہؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا، اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے جانب مسجد تشریف لائے۔ یہاں تک کہ نزدیک جناب امیر کے پہنچے۔ اس وقت جناب امیر (زمین پر) آرام فرماتے تھے۔ پس حضرت رسول خدا نے پاؤں جناب امیر کے پاؤں پر رکھ کر اور ہلا کر فرمایا۔ اے ابوتراب اٹھو، بہت گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے جاؤ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیر گئے۔ اور ابوبکر و عمر کو بلا لائے جب نزدیک جناب رسولؐ خدا حاضر ہوئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ یا علیؑ تم نہیں جانتے۔ کہ فاطمہ بضعۃ منی من آذاھا فقد آذانی اغضبھا اغضبنی تا آخر جناب امیر نے فرمایا۔ یا رسولؐ اللہ اسی طرح ہے۔ پس جناب رسولؐ خدا نے فرمایا، کہ تم کو کیا سبب ہوا۔ کہ ایسا کام کیا۔ جناب امیر نے عرض کی۔ بحق اس خدا کے جس نے آپ کو برحق بھیجا ہے۔ قسم کھاتا ہوں، کہ جو کچھ فاطمہ سے کسی نے کہا۔ فی الواقع صحیح نہیں ہے اور میرے دل میں بھی وہ امور نہیں گذرے۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا۔ تم بھی سچ کہتے ہو اور وہ بھی سچ کہتی ہے۔ پس جناب فاطمہؑ شاد و خوشحال ہوئیں۔

نتیجہ:۔ روایت ہذا سے ثابت ہے کہ شقی کے حلفیہ بیان سے جناب فاطمہؑ غضب ناک ہوگئیں۔ اور بغیر اجازت حضرت علی کے بال بچہ سمیت میکے چلی گئیں اور حضرت علیؑ کو حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بلانے بھیجا۔ کیسا منافق و دشمن کو ہی ایسے خاص ذاتی موقعہ میں حضورؐ نے بلانا تھا۔ یا للعجب

لیئی، جان دجگر سمجھ کر بلایا گیا۔ کہ یہ خاص گھر کی بات تھی، اور کسی دیگر آدمی کیوں بطور مشیر نہ بلایا گیا۔ اب جو حضور کا خاص دلی دوست ہو وہی آپ کا عین دشمن ہے، اب جبکہ واقعہ مذکورہ سے جناب امیر پر شیعہ حضرات نے بناراضگی سیدہ کا کوئی طعن نہیں دیا۔ اور نہ ہی کوئی اس ناراضگی کا نتیجہ خراب نکلا۔ تو پھر حضرت ابوبکرؓ کی بابت کیوں شور وغل کرتے ہو، جبکہ وُہ بحکم خدا رسولؐ راستی پر ہیں۔

تزویج نکاح حضرت فاطمہؓ

جلاء العیون اردو صفحہ ۱۳۱ میں ہے کہ ارادہ تزویج فاطمہؓ ہمراہ علی ہُوا۔ جناب فاطمہؓ نے پنہاں حضورؐ سے بیان کیا۔ جناب فاطمہؓ نے کہا۔ میرا آپ کو اختیار ہے، لیکن زنان قریشی کہتی ہیں کہ علیؓ بزرگ شکم اور بلند دست ہیں، اور بندہا تے استخوان گندہ ہیں۔ آگے سر کے بال نہیں ہیں، آنکھیں بڑی بڑی ہیں اور ہمیشہ خندہ دہان اور مفلس ہیں)

کیا ایسی باتیں کوئی شریف لڑکی بحالت کنوارگی اپنے باپ سے کہہ سکتی ہے کہ زنان قریشی کہتی ہیں، کہ مجوزہ خاوند ام بڑا پیٹو ہے۔ سر سے گنجے ہیں بے ڈول اور کنجوس اور غریب و نادار ہیں۔ ہڈیوں کے جوڑ نا موزوں ہیں۔ ایسے تو کسی قوم کی بچی سے بھی اُمید نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی پرورش بحوالہ مصری بر زاد المعاد جلد صفحہ ۱۲۲ دس سال کے تھے اور اسلام لانا ۱۳-۱۲ سال کی عمر میں ذکر کیا گیا ہے۔ جب ایک ہی جگہ پرورش اور خورد و نوش ایک ہی گھر میں پا رہے تھے "تو زنان قریشی کہتی ہیں" کا مقولہ افترا کیوں کیا گیا ہے۔ اور ایسی لغو باتیں منسوب کرنے سے شیعوں کے ائمہ پہ کوئی حرف نہیں آتا۔ تو پھر حضرت ابوبکرؓ کو اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُوْلَ پر چلنے میں کیوں نشانہ بنایا

جاتا ہے۔

جلاء العیون اُردو صفحہ ۱۲۶ جو بروایت امام محمد باقرؑ کتاب کشف الغمہ سے دی گئی ہے کہ ایک دن جناب فاطمہ نے رسول خداؐ سے جناب امیرؓ کی شکایت کی، کہ جو پیدا کرتے ہیں، وہ فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں اِس روایت میں شیعوں نے ثابت کیا ہے کہ جناب سیّدہ بڑی حریص و طامع تھیں، اور راہ خدا میں صدقہ دینا بھی اِن کو پسند نہ تھا اور ایسی روایات بیان کرنے سے بھی نہیں شرماتے۔ جو کہ عام طور پر ایک گھریلو زندگی میں سب کو واقعہ ہوتی ہیں، ایسی ناراضگیاں جان بوجھ سے ناواقفی میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ جس کا تم بات کا تبنگڑ بناتے ہو، کبھی فدک کے چند پیڑوں کے لئے جناب سیّدہ کو اماں تار (بحوالہ اصول کافی جلد ۳ باب ۱۲۰۔ گھریوں میں پھراتے ہو، کبھی ابوبکرؓ (چا بجا سوتیلا نانا) پر غصّے کراتے ہو۔ کبھی حضرت عمرؓ (داماد علی بحوالہ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ سے جناب سیدہ کا دست و گریبان ہونے کی روایات وضع کر کے عامۃ المسلمین میں ناراضگی پیدا کرتے ہیں۔ اور دروازہ توڑنے کی بابت (بحوالہ جلاء العیون جلد ا صفحہ ۱۵۲ عوام الناس میں زہر پھیلاتے ہو، کبھی بیعت زبردستی ابوبکرؓ (الامامت و سیاست علامہ ابن قتیبہ صفحہ ۱۲/۱۵) کرانے کے لئے آگ لگانے کی دھمکی حضرت عمر کی طرف منسوب کرتے ہو اور کبھی بحوالہ حق الیقین صفحہ ۲۱۱ نصرت و اعانت بیعت حضرت علیؓ کے لئے ابوبکرؓ کے خلاف حضرات حسنینؓ و جناب سیدہ کو مدینہ میں گھر گھر پھراتے ہو، مگر پھر بھی چار آدمیوں کے سوا کسی نے رضامندی ظاہر نہ کی۔ اور بحوالہ منارالھدیٰ شیخ علی البحرانی مطبوعہ بمبئی و علامہ علی حائری کہ حضرت علیؓ ۲ حضرت فاطمہ و

حسینؓ کو گدھے پر سوار کر کے مدینہ میں مہاجرین و انصار کے دروازوں پر ابوبکرؓ کے خلاف امداد حاصل کرنے کے لئے پھرایا، اور صحابہ کرام کی نسبت ان آئمہ ضالین پر اعتماد کر کے ان کو (بحوالہ حیات القلوب علامہ مجلسی وغیرہم) تبرّے بولتے ہیں) حالانکہ آج کل کے دانا لوگ اپنے غلاموں کو بھی ایسی گندی گالیاں نہیں دیتے، اور نہ ہی کوئی ملیش اور نیچ قوم بھی ایسی گندی گالیاں سُن سکتی ہے۔ پھر دُنیا کے مسلمان اپنے اعلیٰ اصحاب کے حق میں ایسے گندے الفاظ کیوں سُنیں۔ اور کلام آلہٰی پر عمل کرنے سے صحابہ کرام کی یہ گت بنائی جاتی ہے۔ کہ معاملہ فدک میں وہ موم کی ناک کیوں نہ بنے جلاء العیون اُردو صد ۱۵۱ سابقہ صد ۱۵۷ کو بروایت دیگر ابوبکرؓ نے نامہ لکھا اور جناب فاطمہ کو دیا تو عمر نے دستِ مبارک جناب فاطمہ سے نامہ لے کر اس نامہ پر تھوکا اور پھاڑ دیا) اصول کافی صد ۳۵۵ میں ہے کہ ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں فدک کا فیصلہ لکھ دیا۔ اور منہج الکرامۃ مصنفہ شیخ ابن مطہر حلّی۔ حجاج السالکین۔ کتاب اسم اعظم صد ۷۶ وغیرہم متفقہ طور پر شہادت دے رہے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو فدک دے کر نامہ بھی لکھ دیا۔ تو پھر صدیقؓ کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے۔ عجب ہے کہ اب آپ آئمہ پر بھی اعتبار نہیں رہا۔ اور اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جناب سیّدہ کا حضرت عمرؓ سے بحیثیت داماد ہونے کے) پردہ نہیں تھا، اس لئے ہی نامہ ہاتھ سے لے لیا۔ ان کی گھریلو زندگی کی بحث میں پڑھ کر آپ نے اپنی تمام عمریں برباد کر لی ہیں، چاہیئے تو یہ تھا، کہ ان کے اعمال، امر و نہی پر عمل کر کے روحانی طاقت پیدا کرتے اور مشاہدہ میں آل حضور سے خود سب زبانی حالات دریافت فرما لیتے، اب بھی نیک مشورہ ہے

کہ زبان درازی بند کر کے دروازہ شریعت سے گزر کر دروازہ طریقت پر جم جاتیں، تو ضرور کامیاب ہوں گے کہ اللہ پاک کسی کے عمل کو ضائع نہیں فرماتے، اہل سنت کو بھی اس سے فائدہ ہوگا۔ کہ صحابہ پہ تبرے نہ سننے پڑیں گے،

فدک کے معاملہ میں فیصلہ بعہد حضرت عمرؓ

حضرت علیؓ، عباسؓ سے

مالک پھر اس کے بیٹے سے بخاری میں روایت ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ تخت پر بیٹھے، تو حضرت علیؓ و عباسؓ اور دیگر اصحاب بھی وہاں موجود تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ واللہ بتاؤ۔ کیا ہم کو حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا۔ کہ جو کچھ ہم ورثہ پیچھے چھوڑ جاویں۔ وہ کسی کا اہل سے ورثہ نہیں۔ بلکہ وہ للہ مسکینوں کا حق ہے، سب صحابہ نے اَللّٰهُمَّ نَعَمْ کہا۔ کہ بیشک حضورؐ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ و عباسؓ سے قسم دے کر دریافت فرمایا کہ یہ حکم حضورؐ کا ہے یا نہیں انہوں نے فرمایا۔ کہ بیشک اسی طرح ہے۔ اور ابوداؤد میں بھی روایت ہے۔ کہ مالک نے کہا۔ کہ مجھے ایکدن حضرت عمرؓ نے بلایا۔ تو میں حاضر ہو کر زمین پہ بیٹھ گیا۔ (جیسے کہ آپ بیٹھے تھے۔ یہ وہ دربار ہے کہ جہاں بادشاہاں قیصر و کسریٰ نے آکر سعادت حاصل کی) تو مجھے فرمایا کہ کچھ تیری قوم سے لوگ یہاں آئے تھے، میں نے ان کو مال کے تقسیم کرنے کو کہا۔ اور میں یہ کام تیرے سپرد کرتا ہوں، میں نے کہا کہ یہ کام کسی اور کے سپرد کیا جاتا۔ کہ یہ بھاری کام ہے۔ مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ معاملہ صاف رکھنے میں خدشہ و خوف نہیں ہوتا۔ کہ اس اثناء میں دربان حضرت عمرؓ حاضر ہوا۔ کہ سعدؓ متوفی ۵۵ھ زبیرؓ متوفی ۳۶ھ

عبدالرحمن بن عوف (متوفی ۳۲ھ) متوفی ۳۵ھ) اندر آنے کے لئے اجازت چاہتے ہیں، فرمایا بُلا لاؤ۔ پھر حضرت علیؓ متوفی سنہ ۴۰ھ وعباسؓ متوفی سنہ ۳۲ھ بھی اجازت سے اندر آتے۔ تو حضرت عباسؓ نے بنی نضیر کے فدک اور خیبر کے متعلق تقسیم کرنے کو فرمایا۔ کہ مطابق شریعت محمدی مجھے اور علیؓ کو جس قدر حصّہ آوے دیدیا جاوے، دوسرے لوگوں نے بھی فیصلہ کے لئے کہا۔ مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ حضور نے ہم کو یہ فرمایا ہے کہ پیغمبروں کا دنیاوی اشیاء سے کوئی وارث نہیں ہوتا۔ نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے پھر سب اصحاب نے متفق ہو کر کہا۔ کہ بے شک حضورؐ نے ایسے ہی فرمایا ہے پھر آپ حضرت علیؓ وعباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔ کہ تم ہی قسم دے کر بتاؤ کہ کیا حضورؐ نے ایسے نہیں فرمایا۔ کہ نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا (ویسے تو حضور ہی تمام ملکوں کے وارث ہیں) ان دونوں نے قسم کھا کر کہا۔ کہ بے شک حضورؐ نے ایسے ہی فرمایا ہے پھر آیت وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ (حشر ۲۸/۱) کہ اللہ نے حضورؐ کو یہ مال صرف اُم المومنین کے سالانہ خرچ اور دیگر اہل بیت وغربا۔ ومساکین کے لئے عطا فرمایا ہے۔ اور جب تک حضورؐ زندہ رہے۔ یہی برتاؤ۔ اگر اس میں جھوٹ ہے تو حلیفہ بیان کرو۔ پھر حضرت علیؓ وعباسؓ نے فرمایا کہ ایسے ہی ہے پھر بعد حضورؐ کے ابو بکرؓ نے بھی اسی طرح عمل رکھا۔ اور طریقہ حضورؐ پہ کاربند رہے آپ ابو بکرؓ کے پاس بھی گئے تھے، انہوں نے بھی یہی آپ کو کہا تھا، کہ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اب پھر بعد وفات ابو بکرؓ آپ میرے پاس آئے ہیں۔ اب میں بھی وہی کہتا ہوں کہ تم آپس میں اہل بیت حسب برتاؤ حضور وطریقہ کے مشترکہ کھاتے رہو۔ لیکن تم تقسیم کرنے کو کہتے ہو، میں بھی تو تقسیم نہیں کروں گا بلکہ

فدک اسی طرح رہے گا۔ میں نئی چیز طریقہ حضورؐ ابوبکرؓ سے ایجاد نہیں کرنا چاہتا۔ یہ تین گاؤں حضورؐ کے وقت کے اور تین گاؤں بعد میں میں نے خرید کر اضافہ کر دیتے ہیں (تاکہ اضافہ اولاد میں ایزاد آمدن بھی کفیل ہو) لیکن یہی آپ نے (فدک) سن رکھا ہے کہ یہ ہی حضورؐ کے ملک تھے، اور اہل بیت میں تقسیم کرنے کو کہتے ہو۔ بلکہ تمام ممالک اسلامی ہی حضورؐ کے ہیں اور حضورؐ ہی کی طفیل یہ دن ہمیں نصیب ہوتے ۔

رضامندی حضرت فاطمہؓ اور فرمایا کہ صحابہؓ مومنین کاملین ہیں !

لمعۃ البیضاء مطبوعہ ایران صد ۱۵۳ میں قول حضرت فاطمہؓ دربارہ فدک موجود ہے۔ جو آپ اصحاب الرسولؐ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔ اَنْتُمْ عِبَادُ اللّٰهِ نُصُبُ اَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ حَمَلَةُ دِيْنِهٖ وَوَحْيِهٖ اُمَنَاءُ اللّٰهِ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ ۔ اے اصحاب رسول محمدؐ علیکم السلام۔ تم ایسے بندگان خدا ہو۔ کہ قائم کنندگان دین خدا ونگاہ دارندگان وحی الٰہیہ اپنے نفسوں پر غلطیوں سے محفوظ اور ہر طرح مامون) یہ جناب معصومہ نے صحابہ کے اوصاف مومنین کاملین کے بیان فرماتے ہیں اور ثابت کر دیا ہے کہ وہ غاصب، کافر و منافق نہ تھے، اور نہ ہی منحرف تھے، اب یا تو جناب معصومہ کا قول غلط بناؤ (نعوذ باللہ) یا اپنے آئمہ ضالین کا کہ آپ موضوعات ومجہولات کا مذہب رکھتے ہو۔ (ایمان صحابہ ولی محمد گھیانہ صد ۲۳)

حجاج السالکین معتبر کتاب شیعہ کی روایت ملاحظہ ہو کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے جناب سیدہ کو راضی کر لیا۔ اور آپ نے فیصلہ ابوبکرؓ کو تسلیم کر لیا۔ روایت یوں ہے ۔

حضرت ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ جناب فاطمہؓ ان سے کشیدہ خاطر ہو گئی ہیں اور بات کرنا چھوڑ دیا ہے تو یہ امر ان پر شاق گذرا، اور جناب سیدہ کو رضامند کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئے اور آپ نے کہا آپ نے بیشک سچ کہا ہے، اے بنت رسولؐ - لیکن میں نے رسولؐ خدا کو دیکھا ہے کہ آپ فدک کی پیداوار کو تقسیم فرما دیا کرتے تھے پہلے ہم اہل بیت پر خرچ کرتے باقی محتاجوں، مسکینوں، مسافروں کو دے دیا کرتے تھے، اور باغ فدک میں کام کرنے والوں کو بھی اس سے حصہ دیتے تھے تو جناب سیدہ نے فرمایا - بخدا کیا تم بھی ایسا ہی کرو گے - ابوبکرؓ نے کہا - خدا کی قسم ایسا ہی کروں گا - جناب فاطمہؓ نے فرمایا - خدایا اس پر گواہ رہنا - پھر جناب سیدہ اس پر رضامند ہو گئیں، اور عہد لے لیا - پھر حضرت ابوبکرؓ پہلے ان کو خرچ دیا کرتے تھے، اور بعد ام المومنین اور دیگر اہل بیتؓ پھر غرباء و مساکین کو دیتے تھے -

شیعہ حضرات! اب تو تمہارے ائمہ مذہب کی کتب رضاء النصرۃ - مدارج النبوۃ - حجاج السالکین - لمعۃ البیضاء جلاء العیون اردو - کشف الغمۃ - اصول کافی - منہج الکرامۃ - کافی کلینی وغیرہ میں روایات رضامندی کی بہتر شہادتیں دی ہیں، کہ فدک کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ سے صلح کلی ہو گئی تھی اس لئے اب آپ بھی کڑھنا چھوڑ دیں، ورنہ فیصلہ حق کے لئے تمہارے ہمارے مابین ایک دن آنے والا ہے جو سورۃ توبہ ۱۱ سے ظاہر ہے فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ تم انتظار کرتے رہو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں -

جنازہ حضرت فاطمہؓ

شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے جنازہ حضرت فاطمہ نہیں پڑھا اس سے ناراضگی رہنا

ثابت ہے،

جواب ۱ بحوالہ کتاب شیعہ فصل المنطاب جنازہ میں ابوبکرؓ عثمانؓ عبدالرحمٰنؓ، زبیر وغیرہ شامل ہوئے۔ اور حضرت علیؓ کے حکم سے جنازہ رات کو حضرت ابوبکرؓ نے پڑھایا۔ اور بخاری میں تو یہی روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اطلاع بر فوتیدگی جناب سیدہ کی ابوبکرؓ کو نہ بھیجی۔ مگر ان کو اطلاع بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی، جبکہ (۱) ابوبکرؓ کی زوجہ اسماء بنت عمیس خود غسل دے رہی تھیں، اور خاوند کو فوتیدگی کی خبر نہ ہو (۲) اور کیا یہ ممکن ہے یا ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی فوتیدگی ہو، اور مسلمان اس حادثہ عظیم سے بے خبر رہیں، اور خاصکر خلیفۃ المسلمین ابوبکرؓ جنکو اطلاع ملنے کے ذرائع بحیثیت بادشاہ ہونے کے موجود تھے (۳) تیسرے طبقات ابن سعد جزو عشر و ۱۹ میں ہے کہ فاطمہ بنت رسولؐ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ اور چار تکبیریں کہیں۔

اسماء والدہ محمدؓ زوجہ ابوبکرؓ نے ایک حبشی کا جنازہ ایک کجاوہ میں جو کھجوروں کی شاخ سے تیار کیا گیا تھا۔ اس میں ڈال کر لے جاتے ہوئے دیکھا اور بخدمت حضرت زہراؓ عرض کی کہ اگر اس طرح کا کجاوہ اپنے تو نظر نامحرم کی نہ پڑ سکے گی، تو حضرت فاطمہؓ نے اسماءؓ کو فرمایا کہ تم میرا ولیسا ہی کجاوہ بناؤ۔ تو اسماءؓ نے ویسے ہی بنایا۔ تو حضرت فاطمہؓ ملاحظہ فرما کر بڑے خوش ہوئے کہ بعد وصال حضورؐ کبھی خوش نہ ہوئے تھے، پھر آپ نے اسماء کو وصیت فرمائی کہ تم ہی مجھے غسل دینا۔ اور ہمراہ حضرت علی کی مدد لینا، اور کوئی دیگر نزدیک نہ آئے آپ نے ۳ رمضان ۱۱ھ بعد نماز مغرب بروز جمعرات حضورؐ کے وصال کے چھ ماہ بعد بعمر ۲۹ سال وفات پائی۔ انا للہ۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں، کہ

ان کی وصیّت تھی کہ میرا جنازہ کوئی نہ دیکھے۔ مگر اِن کی نماز جنازہ پڑھانے میں تو کوئی وصیّت نہ تھی۔ جو آخر کار آدمیوں نے ہی پڑھنا تھا۔ شیعہ کے استدلال منافی جنازہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے آخری وقت تک دل میں کینہ رکھا ہوا تھا۔ گو ظاہر صلح ہو گئی تھی۔ حالانکہ کینہ پاک لوگوں کی نسبت کہنا عیب ہے کہ انہوں نے تا دمِ وصال غصّہ رکھا ہوا تھا۔ رافضی خود کینہ رکھتے ہیں اور اپنے جیسا ہی پاک لوگوں کو بھی منسوب درخیالات متصور کرتے ہیں، امام حسنؓ کا جنازہ سعید گورنر مدینہ اور عامل و ملازم امیر معاویہؓ نے پڑھا تھا، جس کو امام حسینؓ نے پیش امام بنایا تھا، اور فرمایا تھا کہ یہ میرے نانا کی سنت ہے کہ امیر کو امام بناؤ۔ جس کو حضرت علیؓ ہر نماز میں امام بنائیں تو کیا ان کی اہلیہ محترمہ یہ حکم دے سکتی تھیں، کہ میرا جنازہ ابوبکرؓ نہ پڑھیں۔ اور ابوبکرؓ کو حضورؐ نے امام بنایا تھا۔ بروایت امام اشعری کتاب ابن عساکر میں ہے کہ مرض النبی میں سترہ نمازیں قبل وصال حضور انہوں نے پڑھائیں۔ تو کیا حضرت فاطمہؓ تارک السنت بن سکتی تھیں۔ ؎

نامِ نیک رفتگاں ضائع مکن

تا بماند نامِ نیکت برقرار

سورہ مائدہ ۶ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ۥ اور جو کوئی ایمان کی باتوں کو نہ مانے تو اس کے پہلے عمل کئے کرائے سب ضائع گئے۔

فہرست اشیاء جو بوقت رحلت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود تھیں اور صدقہ کی گئیں

مال محافظ خاؓ:۔ صحیح بخاری کتاب الوصایا و سیرۃ النبی علامہ شبلی صد ۱۷۱ یہ ہیں،

دُلدُل یعنی سفید سیاہی مائل خچر۔ ہتھیار جہاد، باغ فدک = دُلدُل تو بحوالہ منتخب اللغات صد ۲۳۵ غیاث اللغات صد ۲۰۱، مجمع البحار صد ۲۱۷ استرکہ حاکم اسکندریہ نے تحفہ حضورؐ کو بھیجا۔ اور رسالہ مولوی دہلی رسول نمبر ۱۹۳۵ء صد ۸۰ میں مقوقس شاہ مصر نے بھیجا تھا، مال اسلحہ خانہ ہتھیار جہاد کی تفصیل ذیل ہے، اور باغِ فدک نصف بنو نضیر نے خود وقف کیا اور نصف حکومت نے خود بعہد عمرؓ خریدا۔ یہ تینوں حضورؐ نے خیرات کرکے وقف مشترکہ زیر نگرانی حکومت دیدیں، کیونکہ یہ حضور کی ذاتی نہ تھیں، اور حکومت کا مال مشترکہ تھا،

فہرست اشیاء در دولت سرائے شہنشاہ اسلام قبل وصال جو صدقہ ہوتیں

چادر یمنی۔ ازار عراقی، دو عدد قمیض، ایک سہاری ایک سحولی، ایک یمنی جُبّہ چادر نقشدار، ایک کمبل سفید، تین چھوٹی ٹوپیاں، تین چار رنگین لحاف ورس سے رنگے ہوئے، ایک چمڑے کا ظرف کہ اس میں آئینہ و کنگھی عاج کی رکھتے تھے۔ سُرمہ دانی، مقراض، مسواک، ایک چمڑے کا بچھونا کہ اس میں چھال خرمے کی رُوئی کی جگہ بھری تھی، ایک پیالہ لکڑی جو تین جگہ چاندی کے پتر سے مضبوط کیا ہوا تھا۔ ایک پتھر کا پیالہ، ایک تانبے کا برتن جو غسل کے واسطے مقرر تھا۔ ایک بڑا پیالہ، ایک پیمانہ جو چوتھائی حصّہ صاع کا تھا کہ اس سے صدقہ فطر ناپتے تھے، ایک چاندی کی انگوٹھی کہ نگینہ بھی اس کا چاندی کا تھا۔ اور میں محمد رسول اللہ کھدا ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ لوہے کی تھی اور نگینہ کی جگہ حلقہ چاندی کا تھا، ایک جوڑا سادے موزے کہ بادشاہ حبش نے ہدیہ بھیجے تھے۔ اور حضورؐ نے ان کو پہنا تھا۔ ایک کملی سیاہ رنگ، اور ایک پگڑی

کہ اس کو سحاب کہتے تھے۔ اور دو کپڑے نماز جمعہ کے لئے مقرر تھے، ایک رومال کہ اس سے بعد وضو کے منہ پونچھتے تھے، قسم اشیاء ۱۲، تعداد اشیاء ۱۵۱۲ جو صدقہ کر دی گئیں۔

تفصیل شاہی مال اسلحہ خانہ۔ ہتھیار جہاد

سیرۃ النبی مولینا شبلی ص۱۷۹ ایں

ہے کہ نو تلواریں بنام ماثور، عضب، ذوالفقار، قلعی، بتار، حتف، مخذم، قضیب وغیرہ تھیں، (دلدل۔ ہتھیار۔ فدک شاہی مال تھا)

سات زرہیں۔ ذات الفضول۔ ذات الوشاح۔ ذات الحواشی سعدیہ فضتہ۔ تبرا۔ خرنق۔ یہ خرنق۔ ۳۰ صاع میں سال بھر کے لئے ایک یہودی کے ہاں گروی تھیں۔ یہ حضورؐ کی تھی،

چھ کمانیں۔ زورا۔ روما۔ صفرا۔ بیضاء۔ کتوم۔ شداد (کتوم غزوہ احد میں ٹوٹ گئی تھی)

پانچ برچھیاں۔ ایک مغفر لوہے کا جس کا نام موشح تھا۔ دوسرا مغفر بنام سبوغ تھا۔ ایک چمڑے کی پیٹی۔ ایک ڈھال جس کا نام زلوق تھا۔ یہ اسلحہ خانہ شاہی کا سامان جمع تھا۔ تعداد ۲۷۔ اور تین کس مذکورہ مال محافظ خانہ

شیعہ حضرات سے مندرجہ ذیل چند سوالات

ان سوالات کا معقول جواب

بروئے نص واحادیث صحیحہ کے دیا جاوے جو صریح احکام دلالت کرتے ہوں۔ اور جس میں تکذیب۔ شک، تاویل کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ورنہ اہل سنت سے متفق ہو کر صحابہ اربعہ اور سب مسلمانوں کو بھلائی سے یاد کریں۔ اور اصحاب رسولؐ کی بدگوئی سے باز رہیں۔

(۱) جیسا کہ حرف آغاز میں ذکر ہوا ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے (بحوالہ جلاء العیون اردو صفحہ ۱۷۳ مطبع جعفری لکھنو اور طبع سابقہ صفحہ ۱۵۰ و صواعق محرقہ۔ اصول کافی صفحہ ۶۷) قرآن جمع کر کے صحابہ کو دکھلایا۔ تو انہوں نے قبول نہ کیا، پھر آپ نے کہا اب تم لوگ اس قرآن کو تا قیامت نہ دیکھو گے، (وہ قرآن اس وقت کہاں ہے۔ اگر وہ ہدایت خلق کے لئے تھا۔ تو اس کے اتنا عرصہ۔ گم رکھنے کی کیا وجہ ہے اور ایسے قرآن سے مسلمانان عالم کو کیا فائدہ ہے اگر امام غائب نے چھپا رکھا ہے تو کیا وہ قرآن ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں۔ موجودہ قرآن بحوالہ اصول کافی صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ نولکشور سنہ ۱۳۰۲ھ جو یہ دعوے کرے کہ اس نے سارے قرآن کو جمع کر لیا جیسے کہ نازل ہوا۔ وہ بڑا جھوٹا ہے) لہذا یہ نامکمل ہے۔ اب اصلی موجود نہیں تو شیعہ کس پر عمل کریں۔ اگر حضرت عثمانؓ موجودہ قرآن کو جمع کر کے کتابی صورت نہ دیتے۔ تو شیعہ حضرات حلف اُٹھانے کے لئے کس قرآن کو استعمال کرتے۔

(۲) بحوالہ فروغ کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵ میں امام باقر سے روایت ہے اور حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶ علامہ باقر مجلسی بحوالہ کشی از سند حسن امام جعفر سے روایت ہے کہ بعد وصال حضور سب مرتد ہو گئے۔ صرف تین تین مسلمان رہ گئے، مقدادؓ۔ ابوذر غفاریؓ۔ سلمان فارسیؓ۔ اور بحوالہ احتجاج علامہ طبرسی صفحہ ۴۸ اُمت میں سے کسی نے علیؓ، عمارؓ۔ مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ) اور ہمارے لئے چار آدمیوں کے سوا ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بکراہت بیعت نہ کی۔ اب یہ بھی بکراہت بیعت کر کے دیگر صحابہ کی طرح اسلام سے مرتد ہو گئے۔ بحوالہ اصول کافی جلد ۲ کتاب الروضہ صفحہ ۱۲۹ بروایت زرارہ

اور شرح منہج البلاغۃ مصنفہ سلطان محمود طبری جلد ۲ و روضۃ الصفا مصنفہ اخوند شاہ صفحہ ۱۹۰ کہ وفات سیدہ فاطمہؓ کے بعد جب لوگوں کی توجہ کم ہوگئی تو آپ گھر سے نکلے اور بیعت ابوبکرؓ کرلی، اور بحوالہ جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۱۵۳ گھسیٹ کر خالد بن ولید نے زبردستی رسّی گردن میں ڈال کر بیعت ابوبکرؓ سے کرادی۔ یہ شرح خلافت ابوبکرؓ کا واقعہ ہے کتاب منہج الیقین صفحہ ۹ مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۲ھ کہ حضرت علی نے حضرت سلمان فارسی جیسے بہشتی کی بھی بیعت ابوبکرؓ سے کرادی۔ پھر کیوں حضرت علیؓ نے منافق سے یہ بیعت کرائی۔ اور خود بھی ہوئے۔ فروع کافی مذکور صفحہ ۱۱۵ صلح حدیبیہ پہ صرف دو ہی مسلمان حضرت علی و ابودجانہ تھے، جو انصاری تھے، کتاب اختصاص میں روایت امام جعفر سے راوی نے سُنا کہ سوائے تین آدمیوں کے تمام لوگ کافر ہو گئے۔ مگر سلمانؓ۔ ابوذر غفاریؓ اور عمار بن یاسر ہی مسلمان رہے، اب مذکورہ ایک روایت میں مقداد کا نام نہیں۔ ایک میں عمار بن یاسر کا نام نہیں، ان روایات سے متفقہ طور پر دو آدمی سلمان و ابوذر مسلمان رہے اور دو شکی طور پر تقیۃً مقداد و عمار بن یاسر ایماندار رہ گئے۔ باقی سب صحابہؓ مرد و زن مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور یہ بحوالہ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴ اور اصول کافی صفحہ ۲۵ اور کتاب اختصاص میں معتبر سند سے امام صادق سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ سلمان کے دل میں جو ہے، اگر اس پر ابوذر کو پتہ چل جائے تو وہ اس کو قتل کردے۔ اس روایت سے باقی ابوذر رہے وہ مذکورہ کتاب احتجاج طبرسی صفحہ ۱۸ کے حوالہ سے بکراہت ظاہراً بیعت ابوبکر کرنے پہ مرتد ہو گئے۔ قصہ اسلام ختم ہوا۔ واقعہ شہادت امام حسینؓ سے اسلام زندہ ہونے کی بجائے تباہ ہو گیا۔ کہ شیعہ پھر دوبارہ

مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوشتری اپنی کتاب مجالس المومنین جلد ۵ صفحہ ۱۴۴ پر لکھتے ہیں کہ امام زین العابدین روایت کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؓ کے ابو خالد کابلی۔ یحییٰ بن ام الطویل۔ جبیر بن مطعم، جابر بن عبداللہ انصاری، شکبہ حرم محترم امام حسینؓ۔ ان پانچ کے سوا باقی سب کے سب مرتد اور خارج از اسلام ہو گئے۔ اس روایت سے امام زین العابدین امام محمد باقر۔ حسن مثنیٰ۔ حضرت زینبؓ۔ اُم کلثوم وغیرہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ کیونکہ ان پانچوں کو مسلمانوں میں شمار نہیں کیا گیا۔ دو دفعہ اہل بیت بھی خارج اسلام کر دیئے گئے۔ ایک دفعہ وصال حضورؐ پر دوسری دفعہ شہادت امام حسینؓ کے بعد۔ پھر انکے مسلمان ہونے کا کوئی فتویٰ کتب شیعہ میں موجود نہیں ہے۔ (حرمت تعزیہ صفحہ ۱۵۹)

پھر بعثت رسول اور قرآن ۲۳ سالہ نزول شدہ کا کیا فائدہ ہوا۔ کہ اللہ نے حضور کو سب دُنیا سے پہلے نور رسولؐ کو پیدا کر کے آخر میں بھیجا۔ جو اتنی بڑی لمبی انتظار کے بعد آتے، تو مسلمان ایک بھی نہ رہا، پھر حضرت علیؓ کس اجتماع پر خلیفہ ہوتے۔ تو آپ اس طرح امیر المومنین نہیں کہلا سکتے۔

(۳) اگر اصحاب ثلاثہ معاذ اللہ کافر و منافق تھے، اور ان کو اہل بیت سے بغض وحسد وعداوت تھی۔ تو جناب امیر نے انکے ناموں پر اپنی اولاد کے نام کیوں رکھے۔ بحوالہ جلاء العیون جلد ۲ صفحہ ۳۷۴ و صفحہ ۴۹۲ علامہ باقر مجلسی کہ شہدائے کربلا میں حضرت علی کی اولاد ہیں۔ سے ابوبکر۔ عمر۔ عثمان بھی ہیں، اسی طرح امام حسینؓ کے چار صاحبزادے جو کربلا میں شہید ہوئے۔ ان میں ایک ابوبکر۔ عبداللہ۔ قاسمؓ۔ عمر تھے، اور منتخب تواریخ صفحہ ۲۵۴ عمر بن

حسینؓ شہید کربلا اور منتخب التواریخ ص۲۷۱ امام موسیٰ کاظم کی بیٹی کا نام عائشہ تھا۔ اور تذکرہ السادات ص۱۷ و ۱۹، ۲۲، ۲۱، ۲۳، روضۃ الشہداء فارسی ص۴۳۱ نسب نامہ سید غلام دستگیر ص۳۶ میں اصحاب ثلاثہ کے ناموں پر ائمہ اہل بیت نے اپنی اولاد کے نام کیوں رکھے

(۴) اگر صحابہ نعوذ باللہ کافر و منافق تھے تو حضور نے ان کو اپنی بیٹیوں کے ناطے کیوں دیئے اور انکی بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں جبکہ حکم قرآن (وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ الا وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا (بقرہ ۲/۲۷) اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ جبتک وہ ایمان نہ لائیں، اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو، جبتک وہ ایمان نہ لائیں) ہے کہ مشرک کافروں کے ناطے لیں نہ دیں۔ پھر حضور نے ان کو کیوں رشتے ناطے دیے اور لیے

(۵) اگر صحابہ معاذ اللہ کافر و منافق تھے تو حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی اُم کلثوم کیوں حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی اگر کہا جاوے کہ انہوں نے جبراً چھین لی تھی۔ تو آپکی شجاعت و غیرت پر حرف آتا ہے اور شیر خدا کے لقب سے محروم ہونا پڑتا ہے اگر رضامندی سے دی تو فضیلت ایمان عمرؓ اور ان کا سادات ہونا ثابت ہوا۔ بحوالہ فروع کافی جلد ۲ ص۱۴۱ زرارہ نے امام جعفر صادقؑ سے دوبارہ نکاح اُم کلثوم دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے چھین لی گئی پھر اسی صفحہ پر ہشام بن سالم نے بھی امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس عم حضور صلعم کی وساطت سے یہ نکاح ہوا۔ علی بن اسباط نے بھی امام محمد باقر سے اپنی لڑکیوں کے بارے میں اسی باب میں دریافت کرنا لکھا۔ بحوالہ تہذیب الاحکام ص۳۸۰ میں امام جعفر صادقؒ نے اپنے والد امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے

کہ اُم کلثوم بنت علیؓ اور اس کا بیٹا زید بن عمر بن خطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے اور ایک لڑکی رقیہ ان سے پیدا ہوئی۔ قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس المومنین مطبوعہ ایران صفحہ ۷، صفحہ ۲، صفحہ ۴ و صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے کہ اُم کلثوم حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد محمد بن جعفر بن ابی طالب۔ پھر ان کی وفات کے بعد عونؓ ان کے چھوٹے بھائی سے نکاح ہوا۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۱/۳۱۱ میں لکھا ہے کہ بعد وفات عمرؓ حضرت علیؓ اُم کلثومؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور یہی حدیث تہذیب الاحکام مصنفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی سنہ ۴۶۰ھ مطبوعہ ایران پھر کتاب اطلاق بابت علۃ النساء صفحہ ۲۳۸ میں بھی درج ہے کہ یہ نکاح خود ثابت کر کے پھر دوسری چال اب چلتے ہیں۔ کہ یہ بحوالہ بحر الجواہر مصنفہ سید محمد باقر موسوی لکھا ہے کہ یہ سب گھڑت کہانی کہ منکوحہ عمرؓ حضرت اُم کلثومؓ بنت علیؓ نہ تھیں، بلکہ ان کی ہم شکل قوم جنات سے بنام سحیقہ بنت جہیرہ نجران سے لائی گئی تھیں۔ یہ سحیقہ حضرت عمرؓ کے گھر بھیجی گئیں۔ اور حضرت علیؓ نے اُم کلثوم کو ایک مدت تک چھپائے رکھا۔ اور حضرت عمر صحیقہ کی مقاربت پر قادر نہ ہو سکے۔ اور اس بات کو بنی ہاشم کے سحر پر محمول کیا۔ پھر بتاتے ہیں کہ زیدؒ و رقیہؒ بنت عمرؓ کیونکر پیدا ہوئے، جبکہ عمر خاکی اور صحیقہ جنات سے تھیں تو باختلاف جنس مانع حمل ہے اور ملا قزوینی نے صافی شرح اصول کافی جلد ۳ صفحہ ۲۸۲ میں لکھا ہے کہ جناب امیرؓ کو غصب اُم کلثوم پر اس قدر صدمہ ہوا تھا کہ اتنا سنن کے معطل ہو جانے قرآن کے پارہ پارہ ہو جانے۔ کعبہ کے گرا دینے۔ آپ کی ریش مبارک کو خون آلود کر دینے سے اس قدر صدمہ نہ ہوا تھا

اس غضب پر آپ منہ کے بل گر پڑے۔ اگر حقیقی دختر حضرت علیؓ نہ تھیں اور اسماء بنت عمیس کی لڑکی تھیں۔ تو آپ کو اس غشی آجانے اور منہ کے بل گر پڑنے کی کیا وجہ تھی

ثبوت دامادی عثمانؓ

بحوالہ نہج البلاغۃ۔ مطبوعہ مصر جلد ا صـ ۲۷۳ جدید صـ ۲۳۳ و حیات القلوب جلد ۲ صـ ۵۵۹ پھر اسی کتاب جلد ۲ صـ ۶۶۱ ابن بابویہ نے امام جعفر صادقؒ سے روایت کی ہے کہ عثمانؓ کے ساتھ اُم کلثوم دختر حضور صلعم کا نکاح ہُوا۔ ابھی وہ حضرت عثمانؓ کے گھر نہ گئی تھیں کہ فوت ہو گئیں پھر حضورؐ نے حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ اور بحوالہ اصول کافی صـ ۲۰ کہ حضور کی اولاد از شکم حضرت خدیجہ چار لڑکیاں زینبؓ رقیہؓ ام کلثوم۔ فاطمہؓ دو لڑکے قاسم۔ طیب طاہر جبکہ معتبر روایات سے ثابت ہیں، پھر شیعہ حضرات ایک ہی لڑکی کیوں کہتے ہیں اور تحفۃ العلوم جلد ا صـ ۱۰۵ اور تہذیب احکام مطبوعہ ایران جلد ا کتاب الصلوٰۃ صـ ۵ اور حیات القلوب جلد ۲ صـ ۲۹۴ و رسالہ دائرۃ الاصلاح لاہور، ناسخ التواریخ۔ سورۃ الاحزاب ۲۲/۴ اور نسب نامہ سیّد غلام دستگیر لاہوری صـ ۲۲ سب نے چار لڑکیاں ہونا ثابت کیا ہے اور ان کی اولاد میں رشتہ داری صحابہ میں کرنے کا ثبوت اظہر من الشمس ہے جو بروئے ناسخ التواریخ و نسب نامہ سیّد غلام دستگیر صـ ۵۲۔ کہ سیّدہ فاطمہ دختر امام حسینؓ کا پہلا نکاح حسن مثنیٰ بن امام حسنؓ سے دوسرا

لہ یہ اسماء ابوبکر کی زوجہ تھیں۔

نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان دوسری دختر امام حسین سیدہ
سکینہ کا نکاح مصعب بن زبیر دوسرا عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم
سے تیسرا، عمر بن عبدالعزیز بن مروان سے چوتھا اس کے بھائی اصبغ بن
عبدالعزیز سے پانچواں زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔
اسی طرح حضور صلعم نے بھی بنی اُمیہ سے پیوند رشتہ داری قائم رکھا، اُم
حبیبہؓ ام المومنین متوفی ۴۴ھ ہمشیرہ امیر معاویہ رضؓ دختر ابوسفیان
تھیں۔ حضور صلعم نے بڑی صاحبزادی حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص قاسم
بن ربیع بن عبدالعزیٰ برادر اُمیہ سے کیا۔ نیز اُم المومنین حفصہ بنت عمر رضؓ
سے اور ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر رضؓ سے خود حضور صلعم نے نکاح کیا۔
ام اسحٰق رضؓ بنت، طلحہ رضؓ بن عبیداللہ متوفی ۳۶ھ سے امام حسن رضؓ وامام
حسینؓ نے بعد شہادت امام حسن کے نکاح کیا۔ اُم البنین بنت حرام
بن خالد پھوپھی شمر ذی الجوشن سے نکاح حضرت علی رضؓ کیا کہ جن سے بحوالہ تاریخ
ابن جریر (اخبار چٹان لاہور مورخہ ۹/۶/۵۴) عباس عبداللہ جعفر، عثمان ان
سے پیدا ہوئے۔ اور بحوالہ اصول کافی جلد ۲ ص ۱۴۱ حضرت اُم کلثوم بنت
علی رضؓ کا نکاح حضرت عمر فاروق رضؓ سے ہوا۔ کیا یہ رشتہ داریاں بعد نزول
آیات کافر و منافق سے جائز ہو سکتی تھیں۔ اگر جائز سمجھ کر کی گئیں تو ان کا
سادات ہونا اور رشتہ داری قائم رہنے کی وجہ سے فضیلتِ
ایمان ثابت ہے۔ اگر ناجائز طور پر کی گئیں تو مذکورہ تمام حامل قرآن
نہ رہے بلکہ منکر ہوئے۔ ثابت ہوا کہ اختلاف سیاسی امور میں تھا، نہ
کہ مذہبی وقرابت ورشتہ داری میں۔

(۶) اگر صحابہ معاذ اللہ کافر و منافق تھے۔ تو حضور صلعم نے اور حضرت علیؓ نے پھر

ان اصحاب ثلاثہ سے لڑائی کیوں نہ کی جبکہ حکم قرآن یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین کہ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجے۔ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ اور کافروں سے قتال کیجے تاکہ فتنہ مٹ جائے اور دین حق پھیل جائے اور سورہ توبہ رکوع ۲ میں ہے وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر اور اگر اسلام لاکر مرتد ہو جاویں۔ اور تمہارے دین (پر نہ چلیں) پر نقطہ چینی کریں۔ تو ان کفر کے سرداروں سے لڑو۔ لیکن ان حضورؐ و جناب امیرؓ نے عمل نہ کیا۔ اور اس حکم خداوندی کی تعمیل بقول شیعہ کیوں نہ کی۔

(۷) جب بحوالہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضۃ صہ ۱۱۵ بروایت امام باقرؓ سوائے تین کے سب مرتد ہو گئے۔ خلافت حضرت علیؓ سے چھین لی۔ بحوالہ جلاء العیون اردو جلد ۱ صہ ۵۸ پس فرمایا حضورؐ نے اے علیؓ تم کیا کرو گے اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں اور تم پر سبقت کریں۔ اور ابوبکرؓ تم کو بیعت کے لئے بلالے۔ اور جب تم انکار کرو تو تمہارا گریبان پکڑ لیں۔ اور اندوہناک و مہموم بے یار و مددگار تم کو ابوبکرؓ کے پاس لے جائیں۔ اور بعد ازاں میری جگر گوشہ فاطمہؓ کو رنجیدہ کریں۔ پس جناب امیرؓ نے فرمایا حضورؐ اگر یاور نہ ملیں گے تو صبر کروں گا۔ لیکن ان سے بیعت نہ کروں، مگر جب یاور ملیں گے ان سے قتال کروں گا، تو بحوالہ اصول کافی جلد ۲ کتاب الروضہ صہ ۱۲۹ پھر بیعت کیوں ہو گئے۔ اور قتال کیوں نہ کیا۔ اور حضورؐ نے بھی بحوالہ حیات القلوب جلد ۲ صہ ۵۱۶ اور حکم قرآن بلغ ما انزل کے تحت حضرت علیؓ کو خلافت نہ دی۔ اور

خوف اصحابہ رض سے اظہار مطلب شیعہ ہے کے لئے لیت و لعل کرتے رہے
اور حضرت جبرائیل ؑ اس بارہ میں بار بار تشریف لائے ۔ اور خدا نے
محافظت دشمنان سے بھی شر کا ذمہ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کا کہہ کر اٹھایا
تب المشکل حضور ؐ نے غدیر خم کے جنگل میں لوگوں کو جمع کر کے مَنْ
کُنْتُ مَوْلَاہُ کے گول مول الفاظ فرمائے۔ اور حدیث بخاری باب
قرطاس بروایت عبداللہ بن عباس رض کے وقت بھی اہل بیت ہاشمی
حضرت عباس رض وغیرہ سے کسی نے مدونہ فرمائی۔ اور حضرت عمر رض نے
حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کہہ کر ٹال دیا۔ اور الٹے بحوالہ حیات القلوب جلد
۲ ص۵۱۶ و جلاء العیون جلد ا ص۱۷۳ اشقیائے اُمت نے گلوئے مبارک
میں ریسمان ڈال کر مسجد میں زبردستی بیعت کرانے کو لے گئے ۔
اور بیعت ہوئے اور بروایت دیگر خالد بن ولید اور عمر رض نے دروازہ
حضرت علی رض کا گرایا۔ جس سے حضرت فاطمہ رض کا بازو شکستہ ہو گیا اور
سوج گیا۔ حمل ساقط ہوا (مگر یہ محسن ۱½ سال کی عمر میں بحوالہ نسب نامہ
سید غلام دستگیر فوت ہو گئے) مگر یہ پھر بھی شیر خدا جنبش نہ کر سکے اور
گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہو گئے ، فدک دبا لیا۔ اور
جناب سیدہ کی توہین کی۔ تو پھر بھی حضرت علی رض نے تلوار کیوں نہ اٹھائی
اور الٹے حضرت ام کلثوم اپنی دختر کا رشتہ بعد میں کیوں حضرت عمر رض کو دے
دیا۔ جبکہ حکم قرآن ہے کہ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْا اَیْمَانَهُمْ ، سورہ توبہ
۱/۲ تم کیوں ان لوگوں سے نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں
وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا (بقر ۲/۲۴)
اور جو لوگ تم سے لڑیں ، تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو۔

اور زیادتی مت کرو) اگر کہو کہ تقیہ یا صبر کیا ہے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ امیر معاویہ اور حضرت عائشہ صدیقہ سے کیوں جنگ صفین جمل و نہروان کر کے ایک لاکھ تین ہزار مسلمانوں کی جانیں تلف کرائیں۔ اور کیوں نہ مالک بن اشتر اور اس کے گروہ کو جو قاتل عثمان تھے سپرد نہ کیا گیا۔ تاکہ یہ ناحق جانیں تلف نہ ہوتیں۔ اور نہ ہی یہ لڑائیاں ظہور میں آتیں، اگر صبر یا تقیہ کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسین ؓ نے یزید سے لڑکر اپنی اور اپنے معصوم بچوں و دیگر اقرباء و انصار کی جانیں کیوں قربان کرائیں۔ اور حضور نے فدک کو ۳ھ تک حکم فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ (نساء ۶/۲۴) اسکے ۳ھ پر نازل ہوئے ہوئے کے مطابق ۱۱ھ تک بھی تقسیم کیوں نہ فرمایا۔

۴۔ (سورہ الاحزاب ۲۲/۴) ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا کہ منافق لوگ نبی کی ہمسائگت پر زیادہ عرصہ نہیں ٹھہر سکتے اور سورۃ الاحزاب ۲۱/۲ وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا اور لڑائی میں شریک نہیں ہوتے، مگر تھوڑی دیر آگے ہے وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا (احزاب ۲۱/۲) اور جو تمہارے ساتھ بھی رہیں اور بھاگیں نہیں، تب بھی لڑنے کے نہیں، مگر تھوڑی دیر۔ حالانکہ اصحاب ثلاثہ زندگی میں ہمیشہ سفر و قیام میں شام و صباح حضور کے مصاحب خاص رہے۔ ہر جہاد میں شامل رہے اور بعد وفات بھی صحابہ کو حضور نے اپنے پاس قبر میں ہونے کی خوشخبری دی۔ جو روضہ اقدس میں خود ملاحظہ کر لو کہ موجود ہیں۔ اور حدیث ترمذی أَوَّلُ مَن تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ أَنَا ثُمَّ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ ۔ کہ زمین سے پہلے میں پھر (حضرت) ابوبکر رض و عمر رض کھڑے ہوں گے۔ اور اللہ

پاک نے بھی سورہ حدید ۲۷/۱ میں کہ جن لوگوں نے تم میں سے (مکہ) فتح ہونے سے پہلے (اللہ کی راہ میں اپنا مال) خرچ کیا اور لڑے اللہ پاک نے ان سب کو اچھا بدلہ (جنت) دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اور جنگ بدر والے ۳۱۳۔ اُحد والے ایک ہزار۔ بیعت رضوان بحوالہ سورہ فتح ۲۶/۳ سنہ ۶ھ میں ۱۴۰۰ اصحاب نے کی۔ حدیث عشرہ بشرہ دس کے قطعی جنتی ہونے کی ہے جن میں اصحاب ثلاثہ رض بھی شامل ہیں۔ اور ہجرت کرنے والوں کو قرآن مجید میں قطعی جنتی قرار دیا گیا ہے۔ اب بعد وفات بھی روضہ معلیٰ صلعم میں ہمنشینی صحابہ رض کو شامل ہے اور ابو بکر رض و عمر رض دونوں یار پہلو بہ پہلو سوئے ہیں وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (سورہ نساء ۵/۱۴) اور جب (منافق) نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو الکساتے ہوئے۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں۔ اور اللہ کی یاد نہیں کرتے مگر تھوڑی بحوالہ نہج البلاغۃ جلد ا ص۲۲۸ جدید طبع ۱۴۹ھ میں حضرت علی فرماتے ہیں۔ اور کتاب الخصال مطبوعہ ایران بروایت ابن بابویہ ص۳۴/۳۸ میں بھی یہ حدیث پوری اسناد کے ساتھ درج ہے۔ ترجمہ از عربی۔ میں نے حضور کے صحابیوں کو دیکھا ہے کہ کثرت گریہ سے ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں۔ روزہ داری کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے باعث چہرے زرد تھے۔ کثرت سجود کے باعث چہرے خاک آلود تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو گذر گئے۔ ہمیں لازم ہے کہ ان کی ملاقات کی پیاس

رکھیں۔ اور ان کے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں۔ شیطان تمہارے لئے راستہ پیدا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ تمہارے دین کی رسی کو پارہ پارہ کر دے اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے تم اس کے وساوس سے بچو اور اپنے راہنما کی نصیحت کو مانو اور اپنے دلوں میں گرہ کر لو) ذرا غور سے خود ہی پڑھ لو۔ کہ اس خطبہ میں صحابہ ثلاثہ کو میرے بھائی اور حضرت علی رضہ نے کیا کیا نصیحتیں کی ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار حضورؐ کے اصحاب تھے۔ مگر شیعہ میں تین اصحاب جو مسلمان رہے تو وہ بھی قائم اسلام پر نہ رہے۔ اور بیعت ابوبکر کرنے سے مرتد ہو گئے۔ شیعہ کا اعتقاد و قول ہے۔ کہ روضہ نجف اشرف حضرت علی رضہ و کربلا میں امام حسین رضہ کے احاطہ قبرستان میں جو دفن ہو۔ وہ جنتی ہے مگر جو حضور کے ہمراہ روضہ اقدس میں دفن ہوں کیا وہ دوزخی ہیں۔ کیا روضہ معلّے میں منافقین کو جگہ مل سکتی ہے۔ یا مسلمان ان کو جگہ دے سکتے ہیں۔ اور حکم قرآن لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَاءَ (سورہ مائدہ ۲) کہ یہود اور نصارے کو دوست مت پکڑو۔ جو بہ گمان شیعہ اصحاب ثلاثہ رضہ یہودی و نصرانی تھے۔ تو حضورؐ نے ان کو دوست کیوں پکڑا۔

(۹) سورۃ الممتحنہ ۲۸ میں ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ مسلمانوں میرے دشمن اور اور اپنے دشمن (کافر منافق یہود) کو دوست نہ بناؤ۔ تم انسے دوستانہ ملاپ کرتے ہو اور وہ تمہارے سچے دین کو ملنتے ہی نہیں۔ اور اس وجہ سے کہ تم ایمان لائے ہو (مکہ سے) تم

کو نکال باہر کیا۔) تو حضورؐ اور جناب امیرؓ کے حب (بقول شیعہ) اصحاب ثلاثہ دشمن تھے۔ تو حضورؐ نے کیوں ان کو دوست بنائے رکھا۔ اور حضرت علی رضؓ نے کیوں ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمر رضؓ سے کر دیا۔ اگر کہو کہ بے بس تھے۔ تو پھر ہجرت وہاں سے کیوں نہ کی۔ جو ایسے موقعوں پر فرض ہو جاتی ہے۔ اور ان سے جہاد کیوں نہ کیا۔

(۱۰) سورہ مومن ۲۴/۱۲ میں ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْہَادُ ہ تحقیق البتہ ہم مدد دیتے ہیں اپنے پیغمبروں کو اور ان لوگوں کو کہ ایمان لائے۔ بیچ زندگانی دنیا کے اور اس دن کہ کھڑے ہوں گے گواہی دینے والے یعنی قیامت کو اور سورہ ہود ۱۲/۸ نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا نجات دی ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کہ ساتھ اس کے ایمان لائے ساتھ رحمت اپنی کے اور سورہ فتح ۲۶/۱۲ میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ محمد اور اس کے ساتھیوں کو نجات اور رحمت ہم نے عطا کی۔ اور سورہ ہود ۱۲/۶ نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ بِرَحْمَۃٍ مِّنَّا حضرت صالح اور اس کے ساتھیوں کو جو ایمان لائے۔ اپنی طرف سے نجات دی۔ یعنی ہم اپنے رسولوں اور ان کے ساتھیوں مَعَہٗ مومنوں کو نجات بخشا کرتے ہیں جب تمام پیغمبروں کے ساتھی مَعَہٗ مومن اور نجات یافتہ قرار دئے گئے ہیں۔ تو محمدؐ رسول اللہ کے مَعَہٗ کیوں منافق

بنے۔ الٹے خاتم النبیین کے ساتھیوں کا آخری پیغمبر اور سب پیغمبروں کی صفتوں کے مجموعی طور پر مالک ہونے کی وجہ سے معیّہ کا درجہ بلند ہونا تھا۔ نہ کہ ان پر ایمان لانے اور ساتھ رہنے سے منافق بننا تھا۔ کتاب درّ نظامی ص۸۹ میں ہے کہ صحابہ کرام کا ایمان اسی واسطے سب سے زیادہ قوی ہے۔ کہ ان کو حضور کی صحبت کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ جو دوسروں کو میسّر نہیں ہے۔ سید نظام الدین رح محبوب الٰہی صاحب دہلوی نے فرمایا ہے۔ کہ مشائخ کا طریقہ ہے۔ کہ جب کسی کا حال دریافت کرتے ہیں تو یہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتا تھا۔ اور اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ حدیث

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

یعنے جو شخص کسی سے زیادہ میل جول رکھتا ہے۔ اس کی خو خصلت بھی اس کے اندر آجاتی ہے۔ اس لئے لازم ہے۔ کہ اپنے سے بہتر شخص سے صحبت اختیار کرے۔ تاکہ اخلاق فاضلہ میں ترقی ہو۔ محبت جو دین کے موافق ہو۔ اور دینی محبت طبعی محبت پر غالب ہے۔ اگر فرزند یا والدین بھی دین کے خلاف کسی بدعت میں پڑ جائیں۔ تو ان کی بھی صحبت ترک کر دینی چاہیے۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ

یعنے مومن لوگ خدا اور رسول کے خلاف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتے ۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ دار ہی کیوں نہ ہوں ۔ اس آیت وحدیث سے واضح ہوا ۔ کہ حضور کی خوخصلت صحابہ کے اندر آگئی تھی ۔ اب جو کچھ حضور میں اخلاص وعمل تھے وہی اخلاص وعمل صحابہ رضہ رکھتے تھے ۔ شیعوں کے براہ راست حضور پر اعتراض کہ معاذ اللہ ان کی عادتیں منافقانہ تھیں ۔ اور انہوں نے حکم قرآن سے بھی پہلو تہی کی ۔ اور تمام عمر منافقین کی صحبت اختیار رکھی ۔ حالانکہ بحکم اللہ مذکور حضورؐ منافقین ومخالفین اسلام سے صحبت نہیں رکھ سکتے تھے ۔ پھر شیعہ اب خود فیصلہ کر لیں ۔ کہ قرآن وحضور سچے ہیں یا کہ وہ

اخوت دو قسم کی ہوتی ہے ۔ ایک نسبی دوسری دینی اور یہی دینی صحبت قوی تر ہے ۔ کہ دو بھائیوں میں سے اگر ایک کافر اور دوسرا مومن ہو ۔ تو ان کو ایک دوسرے کی میراث نہ ملے گی ۔ اب نسبی اخوت ضعیف اور دینی اخوت قوی ہے ۔ کیونکہ دینی بھائیوں کا پیوند دنیا اور آخرت میں قائم رہے گا ۔ اور قیامت کے دن متقیوں کے سوا تمام دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ۔ اگر صاحب دل یعنی عارف باللہ پیر کامل مل جائے ۔ تو اس کی صحبت اختیار کرو ۔ ورنہ اپنے وقت اور مال کو ضائع کرنا برا ہے ۔ کہ بندگان خدا کو صرف خدا ہی کے واسطے پسند

کرتے ہیں۔ اور یہ خدا کی صحبت اختیار کرنا ہے۔ جو خدا کی صحبت میں رہتے ہیں تا کہ ان کی برکت سے تم کو خدا کی صحبت نصیب ہو۔ کیونکہ اللہ شکستہ دلوں کے پاس ہے۔ اب شیعہ بتائیں کہ کیا حضور صحبت کے قابل نہ تھے۔ اور کیا حضور کی صحبت دائمی سے بندہ منافق ہی بنتا تھا۔ کہ یہ اظہر من الشمس ہے کہ منافق کی صحبت سے منافق اور کامل کی صحبت سے کامل ہی بنتا ہے۔ تو کیا حضورؐ منافق تھے (نعوذ باللہ کہ صحابہ ان کی صحبت سے منافق بنے۔) اگر اصحاب ثلاثہ مومن نہ تھے۔ تو کیوں نصرت الٰہی ان کے شامل حال ہی کہ انہوں نے قیصر و کسرےٰ کی حکومت الٹ دی۔ ملک بھر میں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک معرکہ میں مظفر و منصور ہوئے۔ حتی کہ خلافت میں بھی انہی کا پلہ بھاری رہا۔ اور مقابلتاً اس کے حضرت علی کا کچھ حصہ حکومت اپنے زمانہ ء خلافت میں چھینا گیا۔ اور مسلمانوں سے ہی لڑائیاں ہوئیں اور دار السلطنت مدینۃ النبی کی بجائے کوفہ بنایا گیا۔ اور ملک زوال پذیر ہوا۔ حالانکہ اہل سنت جماعت کا حضرت علی رضؓ پہ کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے۔ کہ وہ امیر المومنین۔ صحابی حضور سر تاج فقر۔ ہاشمی خاندان۔ مجاہد اعظم۔ داماد رسول۔ خاوند بتول تھے۔ صرف اصحاب ثلاثہ کے جو شیعہ منکر ہیں۔ اس لئے ان کے حالات خلافت واضح کرنے پڑتے ہیں۔

(۱۱) اگر خلافت اصحاب ثلاثہ حق نہ تھی۔ تو حضرت شہر بانو معہ

اپنی ہمشیرگان ماہ بانو و مہر بانو بنات شاہ یزدگرد۔ خسرو پرویز شہنشاہ ایران (فارس) سے مال غنیمت میں بحیثیت قیدی بحوالہ اصول کافی ص۲۹۶ بروایت امام محمد باقر (یا جعفر صادق) مقید ہو کر مدینہ میں آئیں۔ اور جو ابو عبیدہ بن جراح کی سپہ سالاری اور خالد بن ولید رضؓ کی نائبی میں ایران فتح ہوا۔ اور حضرت عمر رضؓ نے اپنے عہد میں امام حسین کے ساتھ حضرت شہر بانو کا نکاح کر دیا۔ اور ماہ بانو کا محمد بن ابی بکرؓ سے اور دوسری مہر بانو کا عبداللہ بن عمر سے نکاح ہوا۔ اس لئے قاسم بن محمد بن ابو بکر رضؓ اور سالم بن عبداللہ بن عمر رضؓ دونوں امام زین العابدین رحؒ کے خالہ زاد بھائی ہیں) تو آپ نے کیوں قبول کر لی۔ ورنہ قیدیوں کی مرضی کو کون پوچھتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جبکہ یہ مال غنیمت درست اور حلال ہی نہ تھا۔ تو امام معصوم نے کیوں عطیہ ناجائز اور نادرست کو قبول کیا۔ اور ناجائز و نادرست پر تصرف فرمایا۔ جو منافی عصمت ہے اور کیا عداوت والے منافق کافر اسی طرح فیض کیا کرتے ہیں اور تو یہ بھی ذرا فرمائیے کہ مشرکین نے حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کو کیا فیض دیا تھا۔

(۱۲) جب متعہ اتنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ کہ متعی مرد اور ممتوعہ عورت جب غسل کرتے ہیں۔ تو ہر ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو ان کے لئے قیامت تک استغفار کرتے رہتے ہیں۔ تو تمام اصحاب حضورؐ و ائمہ اہلبیت کیوں

اس ثواب عظیم سے محروم رہے۔ کیونکہ کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ کسی امام و حضور نے متعہ نہیں کیا۔ (منہاج الصادقین ص ۳۵۶ و برہان المتعہ ص ۵۰) اگر کہو کہ ان کی ضرورت نہ پڑی۔ تو بتائیں کہ کونسا عمل کار ثواب انہوں نے اپنی زندگی میں ترک کیا۔ اور نماز روزہ بھی تو برائے ثواب حکماً ہی پڑھا کرتے تھے۔ تو یہ حکم متعہ برائے ثواب کیوں ادا نہیں کیا گیا۔ اور ادا کرنے والوں کو سزا سے ہلاک کیوں کر دیا گیا۔

(۱۳۳) کتب شیعہ تذکرۃ السادات ص ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۲ و ۲۴ و ۳۴ اور روضۃ الشہداء ص ۳۱۱ (النسب نامہ سید غلام دستگیر ص ۵۲) منتخب التواریخ ص ۸۹ و ۹۰ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۲۰۵ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۳۰۲ و ۳۴۷ اور ۱۹۷ اور جلاء العیون ملا باقر مجلسی مطبوعہ ایران فہرست شہدائے کربلا میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ائمہ کے نام پر حضرت علی رضہ و حسین رضہ و زین العابدین رح نے اپنے بیٹوں کے نام عمر رضہ رکھے اور ص ۱۹۵ و ۲۱۱ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۳۷ و ۲۲۸ و ۲۳۰ و ۲۳۳ و ۲۶۳ کہ صحابہ رضہ ثلاثہ کے ناموں پر سب نے اپنی اولاد کے نام رکھے۔ حضرت علی ؑ کے تین فرزند جن کا نام ابوبکر رضہ و عمر رضہ و عثمان رضہ تھا۔ جو کہ معرکہ کربلا میں امام حسین کے ہمراہ شہید ہوئے۔ مرثیوں میں ان کا نام کیوں نہیں لیا جاتا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضہ کے فرزندان کی ازواج

لیلےٰ بنت مسعود - صہباء بنت ربیعہ - امامہ بنت ابی العاص
سے پیدا ہوئے تھے - اور اپنے بھائی امام حسین رضؓ پر انہوں
نے جانیں قربان کیں -

(۱۴) اگر حضرت علی رضؓ کو اصحاب ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ سے دشمنی تھی -
تو انہوں نے تزویج فاطمہ رضؓ کیوں کرائی - جیساکہ جلاء
العیون اردو جلد ا صفحہ ۱۳۰ سے ظاہر ہے - کہ سب سامان
شادی کا خود خرید کر اس کار خیر کو انجام دیا - اور مالی امداد
کر کے اس موقعہ پر حضرت علی رضؓ کی غربت میں ہاتھ بٹایا -
اگر کافر و مشرک کو ہی امداد اس موقعہ پر کرنا فرض تھا - تو ابوجہل
و ابولہب نے کیوں امداد نہ کی - تو ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کو حضرت
علی رضؓ سے کیوں انس تھا - اور کیوں حضورؐ نے ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کو
بلا کر ان سے مشورہ نکاح کا کیا - کیا مخالفین سے ہی ایسے
ذاتی کاموں میں لوگ مشورہ لیا کرتے ہیں

(۱۵) حضرت علی رضؓ سے پہلے خانہ کعبہ میں ابو خالد حکیم بن خزام کھنیجا
حضرت خدیجہ رضؓ ام المومنین کے بحوالہ خلاصۃ العارفین - اور
نسب نامہ سید غلام دستگیر صفحہ ۱۶۴ وغیرہ پیدا ہوئے -
تو اس کو پیدائش فضیلت خانہ کعبہ کی کیوں نہیں دی جاتی
اور جد حضورؐ و حضرت علی رضؓ کے حضرت ابراہیم کو کیوں معمار
سے تشبیہ دی جاتی ہے - حالانکہ تمام آبائی مکان رہائشی
بھی آباؤ اجداد ہی بنا کر چھوڑ جاتے ہیں - تو کیا یہ سب اپنی
اولاد کے معمار ہوئے - یا کہ باعث فضیلت ہوتے ہیں -

(۱۶) اگر تعزیہ کار ثواب و باعث نجات تھا۔ تو کیوں شہدائے حضور، ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ۔ عباسؓ عم حضورؐ۔ امیر حمزہ رضؓ عم حضورؐ۔ امام حسن رضؓ۔ زین العابدین رحؒ۔ محمد نقی رحؒ حسن عسکری رحؒ و دیگر ائمہ شہدا کا نہیں نکالا جاتا۔ حالانکہ ان کی شہادتیں بھی کسی کی غزوات ہیں۔ کسی کی زہر سے۔ کسی کی خنجر تلوار نیزہ وغیرہ سے شہید اور مثلہ ہونا ثابت تاریخوں سے ہوتا ہے۔

(۱۷)۔ اگر خلافت بلافصل مشیت ایزدی میں حضرت علی رضؓ کی تھی۔ تو کیوں نہ بعد حضور وہ خلیفہ بلافصل ہوئے۔ جس کے ثبوت میں شیعہ ۳۰۰ تین سو آیات قرآن مجید۔ اور ایک ہزار احادیث بتاتے ہیں۔ حالانکہ حکم قرآن و حدیث ایک بھی آج تک ظہور میں خطا نہیں ہوا۔ اس سے حضورؐ وَحْیٌ یُّوْحٰی نہ رہے کہ غلط خبریں دیں۔ اور اس سے قرآن و حدیث غلط تصور کر لیا گیا ہے۔ اور بحوالہ اصول کافی ص ۲۷۸ و ۲۷۹ جب ائمہ اہلبیت غیب کو جانتے ہیں اور مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ پر ان کا تصرف ہے۔ اور علاوہ فضل و مناقب کے امداد بنو ہاشم و حضرت عباس رضؓ وغیرہ کے کیوں خلافت پر قبضہ ابوبکر رضؓ کو دیا۔ اور خود محروم رہے۔ کیا صحابہ کے تین افراد بنو ہاشم سے اور خدا و رسول سے زیادہ زور آور تھے۔ جنہوں نے نیابت نائب بلافصل غصب کر لی۔ کیا تین اصحاب ایسے طاقتور تھے۔ جنہوں نے حمایت ملائکہ

کی بھی پرواہ نہ کی۔ بحوالہ حق الیقین اردو ص۹۶ ائمہ روحوں کو قبض کرنے میں بھی بحکم خدا دخیل ہیں۔ بحوالہ اصول کافی کتاب الحج ص۱۵۸ بروایت امام جعفر صادقؒ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں۔ اور موت ان کے اپنے اختیار میں ہے۔ اور جو امام حق غیب کے نتائج نہیں جانتا۔ وہ اللہ کی طرف سے مخلوق کا امام بننے کے قابل نہیں۔ (ان روایات سے حضرت علیؓ بھی شیعہ کے امام برحق نہ رہے۔ کہ جو اپنے مرید سے بے خبری میں اچانک شہید کر دیئے گئے) ابو نصیر نے امام جعفر صادقؒ سے روایت کیا ہے۔ کہ جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو۔ کہ اس کو کب مصیبت آوے گی۔ تو وہ خدا کی طرف سے مخلوق پر حجت نہیں۔ اصول کافی ص۱۵۹ میں باب مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ لکھا ہے کہ ائمہ پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں۔ اور جملہ علوم مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ کے جانتے ہیں۔ اور جو علوم فرشتوں کو۔ نبیوں اور رسولوں کو عطا ہوئے ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ غرضیکہ اسی طرح اصول کافی ص۱۶۰ و ص۱۱۷ حق الیقین ص۴۳۶۔ نجم الہدیٰ ص۲۰۵ و ص۱۹۱ حضرت علیؓ و ائمہ کو عین اللہ مانا گیا ہے۔ اور نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت جلد ۲ ص۶۵ اور مطبوعہ طہران ص۵۰۷ میں ہے کہ خدا کی قسم اگر میں ان کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاؤں اور وہ زمین سے پر ہوں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت

ہو۔ خطبۃ البیان منسوب حضرت علی در کتاب دلبستان المذاہب میں لکھا ہوا ہے۔ کہ

۵؎ منم آغاز و من انجام ہستم
بنائے نطفہ در ارحام ہستم
منم منّان و من حنّان ہستم
منم اللہ و من رحمان ہستم
رحیم و خالق و رزّاق ہستم
صور گر اندر رحم خلاق ہستم

میں ہوں رزاق برحق انس و جاں کا
میں ہوں خلاق مطلق کل جہاں کا
غرض ہیں جملہ میں ہوں جوہر پاک
میں ہوں قدسی نژاد اور جملہ ہیں خاک
کہ اس کو ابن ملجم ملعون نے بہ یک آن
کیا ہے تیغ سے مسجد میں بے جان

۱؎ عبدالرحمن بن ملجم لعین فردش خارجی شلعیہ مرید حضرت علی رضہ نے درِ کوفہ مسجد میں بوقت صبح کاذب زہر دار خنجر سے تین واریں بروز جمعہ ۱۹/۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ مجروح ہونے کے بعد تیسرے دن شہادت مذکورہ واقعہ ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ شلعیہ معتزلہ کی خدائی ختم ہو گئی۔

نوٹ:- اس مختصر رسالہ میں مفصل بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ کتاب اسرار شیعہ میں مفصل دلائل فریقین لکھے گئے ہیں۔ جو بصورت رسالہ ہائے طبع ہوگی۔ اگر اللہ نے چاہا۔

(۱۸) علامہ باذل ایرانی نے اپنی کتاب حملہ حیدری فارسی میں واقعہ نظم کیا ہے۔ جو شعر رد رفض و بدعت نے ص۱۶ پر بھی لکھے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر رض حضور کو رات کی اندھیری۔ ناہموار رستہ۔ پتھریلی زمین تین میل تک لمبے سفر میں کندھے پر اٹھا کر لے گئے۔ لکھا ہے ؎

که در کس جہاں قوت آمد پدید　　که بار نبوت تواند کشید

مگر یہ بارِ نبوت حضرت علی رض سے کعبہ میں بتوں اور تصویروں کے توڑنے اور صاف کرنے کے وقت کیوں نہ اٹھایا گیا۔ کہ حضور نے فرمایا تھا کہ تم بار نبوت کو نہیں اٹھا سکتے۔ اور میں بار ولایت کو اٹھا سکتا ہوں۔ تو کون فضیلت میں افضل رہا۔ اور حضرت علی سے بار نبوت کیوں نہ اٹھایا گیا۔ جس کو ابوبکر نے اٹھا لیا۔

(۱۹) تفسیر امام حسن عسکری ص۲۳۰-۲۳۲ جس کی تشریح رسالہ صدیق نعم الرفیق نے بھی کی ہے۔ کہ حضرت علی کے موجود ہوتے (بحوالہ حیات القلوب جلد ۲ ص۳۵۱ و ابن ہشام بزاد المعاد جلد ۱ ص۲۶۷) ہوئے اللہ و رسول اللہ نے بہمراہی اپنے ہجرت کے لئے ابوبکر کو منتخب فرمایا۔ اور امامت کے لئے بھی بہ موجودگی حضرت

علی ابوبکر کو (بحوالہ بحار الانوار جلد فتن ملا باقر مجلسی اور بروایت بخاری - ترمذی - ابن ماجہ - ابوداؤد - صحیح مسلم - تاریخ ابن خلدون لغیہ جلد ۲ ص ۶۲ شلعیہ کتاب نجم الہدیٰ ص ۲۲ کو ہی منتخب فرمایا۔ اور سترہ نمازیں آپ نے حضور کی زندگی میں بروایت عبدالرحمٰن بن لکوا پڑھائیں۔ اور بوقت روانگی غزوات مقدس متعدد صحابہ کو خلیفہ و امام مقرر فرمایا گیا۔ لیکن حضرت علی کو غزوہ تبوک پر جاتے ہوئے صرف خانہ داری کا انتظام سپرد کیا گیا۔ اور بحوالہ کشف الاذکیا جلد ۲ ص ۱۹۲ عبداللہ بن ام مکتوم کو امام نماز مدینہ اور محمد بن مسلمہ کو خلیفہ پر مدینہ غزوہ تبوک پر جاتے ہوئے۔ مقرر فرمایا گیا۔ بقول شلعیہ حضرات جبکہ حضرت علی خلیفہ بلافصل تھے تو ان کو حضور نے اپنی حیات میں کبھی کوئی موقعہ ایسا کیوں نہ دیا۔ جو آپ کی رو سے فائز امیدوار وہی تھے۔ اور اس سے شیعوں کو مثال کا موقعہ مل جاتا۔

(تبلیغ کا حکم نہیں)

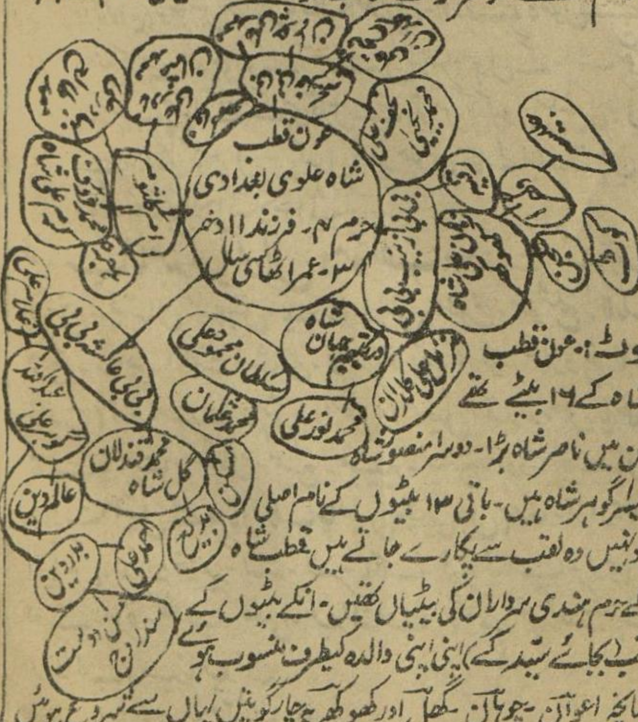
(۲۰) اصول کافی ص ۹۵ و ص ۴۸۶ میں ہے اے معلیٰ ہمارے دین کو چھپاؤ۔ اور لوگوں پر ظاہر مت کرو۔ کیونکہ جو شخص ہمارے اس دین کو چھپائے گا۔ اس کو اللہ دنیا میں عزت دے گا۔ اور قیامت میں اس کے چہرہ کو منور کرے گا۔ اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اے معلیٰ جو ہمارے دین کو نہ چھپائے گا۔ بلکہ اس کو مشہور اور تبلیغ کرے گا۔ اس کو اللہ ذلیل کرے گا اور قیامت میں اس کا چہرہ سیاہ ہوگا۔ ص ۴۸۱ میں ہے اپنے مذہب اور دین کے بارے میں لوگوں سے مت جھگڑو۔ کیونکہ جھگڑے

ہیں۔ ۲۲۔ اگر صحابہ ثلاثہ معاذ اللہ منافق تھے تو حضور نے ان کے بارے میں کیوں یہ فرمایا ہے۔

سے دل سیاہ ہو جاتا ہے) جب مذہب شیعہ میں تبلیغ دین کا
ہی حکم نہیں۔ تو اب کتاب نور الایمان میں مولوی خیرات احمد
وکیل کیوں لکھتے ہیں۔ کہ رسم تعزیہ سے تبلیغ کا عمدہ سلسلہ ہے۔
اور موجودہ قرآن سورہ آل عمران ۴/۱۱ میں وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ
يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
اور تم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہونے چاہئیں جو بھلائی کی طرف
(لوگوں) کو بلائیں اور اچھی بات کا حکم کریں۔ اور برے کاموں سے
منع کریں۔ اور یہی لوگ (آخرت میں) بامراد ہوں گے۔ اب جو شیعہ
مذہب چھپانے کے ہی قابل ہے۔ تو اس کی کیوں تبلیغ کی جاتی
ہے۔ اور گلی کوچوں میں کیوں شیعہ جلوس نکالے جاتے ہیں
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

نسب نامہ کھوکھراں و مؤلف :۔ حضرت آدمؑ ۔ شیثؑ
انوش ۔ قینان ۔ مہلائیل ۔ یارد ۔ (ادریسؑ) اخنوخ ۔ متوشلخ ۔ لامک
نوحؑ ۔ سام ۔ ارفخشد ۔ شالخ ۔ عابر ۔ قالغ ۔ ارغو ۔ شاروغ ۔ ناخور
(تارح) آزر ۔ حضرت ابراہیمؑ ۔ (اسحٰقؑ) اسمٰعیلؑ ۔ قیدار ۔ حمل یا حمد
نابت یا نابت ۔ سلامان ۔ ہمیع ۔ ہمیسع ۔ یسیح ۔ ادد ۔ ادر ۔ عدنان
(حضرت اسمٰعیلؑ سے عدنان تک چالیس پشتیں ہیں) معد ۔ نزار ۔ مضر
الیاس ۔ مدرکہ ۔ خزیمہ ۔ کنانہ ۔ نضر ۔ مالک ۔ فہر ۔ غالب ۔ لوی ۔
کعب ۔ مرۃ ۔ کلاب ۔ قصی ۔ عبدالمناف ۔ ہاشم ۔ عبدالمطلب کے پسران
ابو طالب و سیدنا عبداللہ
حضرت علیؓ ۔ حضرت محمد رسول اللہ

حضرت علی رضؓ: عباسؓ شہید کربلا۔ عبید اللہ۔ حسن۔ حمزہ۔ جعفر۔ قاسم
طیار۔ حمزہ۔ لیلی قاسم۔ عون قطب شاہ بغدادی۔ زمان علی شاہ کھوکھر
راجپوت۔ سجن۔ کوٹ۔ جت۔ گورا۔ کھرکھڑ۔ ساندل۔ نواب پٹھان
جلال۔ سادن۔ سعی۔ سید۔ سلطان۔ عثمان۔ اودی۔ گالو (محمدین)
اسمٰعیل۔ الہداد۔ بہاؤالدین۔ کرم اللہ۔ علی محمد۔ شاہ محمد۔ ہدایت اللہ
امین اللہ۔ غلام مرتضیٰ۔ الٰہی بخش۔ عمر دین (نظام دین) احمد الدین
غلام مصطفےٰ کھوکھر مولف کتاب ہذا ۱۶-۴-۵۷



نوٹ: عون قطب شاہ کے ۱۶ بیٹے تھے
جن میں ناصر شاہ بڑا۔ دوسرا منصور شاہ
تیسرا گوہر شاہ ہیں۔ باقی ۱۳ بیٹوں کے نام اصلی
یاد نہیں وہ لقب سے پکارے جاتے ہیں قطب شاہ
کے حرم ہندی سرداران کی بیٹیاں تھیں۔ انکے بیٹوں کے
لقب بجائے سید کے اپنی اپنی والدہ کیطرف منسوب ہوئے
چنانچہ اعوان۔ چوہان۔ گھل اور کھوکھر چار گوتیں یہاں سے شروع ہوئیں

فقیر غلام مصطفےٰ کھوکھر چشتی۔ ساکن دھرم کوٹ۔ ڈاکخانہ اکال گڑھ۔ ضلع گوجرانوالہ

مصنّف کی زیرِ طبع کتابیں

- اسرار روایات کربلا
- سیادت ابوبکرؓ و عمرؓ
- فقہ شیعہ
- اثبات خلافت منجانب اہل سُنت
- دلائل خلافت بلا مفصل منجانب شیعہ
- اسرارِ غیب

مطالعہ کے خواہش مند حضرات پانچ روپے کا منی آرڈر بھیج کر اپنا آرڈر بک کرا سکتے ہیں :-

(نوٹ) تاجران کتب کو خاص رعایت -

(خط و کتابت اس پتہ پر کریں)

غلام مصطفیٰ چشتی - دھرم کوٹ ڈاکخانہ اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ